حدیث عشق پر امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز اور قاضی القضاۃ فی الہند حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری نور اللہ مرقدہ کے ایک فتوی میں تعارض کا ازالہ

حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم

تالیف

مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی

صدر مفتی نوری دار الافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی ضلع تھانہ

و شیخ الحدیث و صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الرضویہ کلیان ضلع تھانہ مہاراشٹر

قاضی شریعت مرکزی دار القضا بھیونڈی ضلع تھانہ مہاراشٹر

زیر اہتمام

سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ امام احمد رضا روڈ بھیونڈی

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

- کتاب: حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم
- مرتب: مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی
- پروف ریڈنگ: مولانا محمد سلیمان مصباحی مولانا شاہ مخدوم رضا جامعی مولانا محمد اعظم رضا مرکزی
- کمپوزنگ: مولانا محمد تنویر احمد ضیائی، مولانا محمد رضا مرکزی
- زیر اہتمام: سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ امام احمد رضا روڈ بھیونڈی
- تعداد: ۱۱۰۰
- سن اشاعت: ۲۵ر صفر المظفر ۱۴۴۴ھ/۲۳ر ستمبر ۲۰۲۲ء

ملنے کے پتے

- نوری دار الافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی
- جماعت رضائے مصطفیٰ (شاخ بائسی) ملک ٹولہ ہاٹ بائسی ضلع پورنیہ
- المجمع الاسلامی مبارک پور اعظم گڑھ یوپی
- غوث الوریٰ اکیڈمی بیل بازار کلیان تھانہ مہاراشٹر
- رضوی بکڈ پو کوٹر گیٹ بھیونڈی
- اردو کتاب گھر کھوٹالہ مسجد منگل بازار سلیپ بھیونڈی

مؤلف سے رابطے

Email: azhar.misbahi1@gmail.com Mob: 09510177400

Noori Darulifta Sunni Jama Masjid

Koterget Bhiwandi Dist: Thane , Maharashtra ,Pin421302

Al-Jamiatul Razvia

Behind DesaiShopping Centre Raza Nagar Bail Bazar

Valipeer Road kalyan Dist:Thane,Maharashtra India

Asja PO.Asja Mobaiya Via Baisi Dist Purnea Bihar,Pin,No:

فہرست مشمولات

حدیث عشق کی تحقیق وتفہیم

انتساب

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری برکاتی محقق بریلوی قدس سرہ العزیز اوران کے شہزادگان حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ ، تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ

کی طرف منسوب

جن کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے جہان علم وتحقیق شادوآباد ہے۔

تہدیہ

اختر قادری خلد میں چل دیا
خلد وا ہے ہر اک قادری کے لیے

یہ کاوش سیدی ،سندی ،مرشدی، قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری برکاتی رضوی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات بابرکت کی خدمت میں جن کے علم و عمل، زہد و ورع، تقویٰ وطہارت، فقہ وفتوی اور تحقیق و تفہیم کا ایک جہان معترف ہے۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ایک سال قبل جب میں ''حضرت تاج الشریعہ بحیثیت متکلم'' کے زیر عنوان ایک مقالہ سپردِ قرطاس کررہا تھا تو دورانِ مطالعہ ''فتاوی تاج الشریعہ'' میں یہ مسئلہ سامنے آیا کہ خداوند قدوس کی شان اقدس میں عاشق و معشوق بولنا کیسا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت تاج الشریعہ قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ ''عاشق و معشوق میں حرج نہیں جب کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں۔'' [فتاوی تاج الشریعہ ج ۱، ص ۱۷۱] جب کہ اسی مسئلہ کے متعلق پہلے فتاوی رضویہ میں یہ جواب نظر سے گزرا تھا کہ ''ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہیں اور ایسا لفظ بے ورود ثبوت شرعی حضرت عزت کی شان میں بولنا ممنوع قطعی۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۱، ص ۱۱۴] تو مجھے کچھ تأمل ہوا اور فتاوی رضویہ اور فتاوی تاج الشریعہ کی عبارتوں کے درمیان بظاہر تعارض معلوم ہونے لگا۔ اس لیے میں نے اس سلسلے میں بغور مطالعہ شروع کیا اور بعض اصحابِ علم و تحقیق اور اربابِ فقہ وافتا سے رابطہ بھی کیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس میں کوئی مناسب تاویل کی جائے گی اور بعض نے کہا کہ وہاں کاتب سے سہو واقع ہوا ہے۔ راقم سطور کو سہو والی بات سمجھ میں نہیں آئی، کیوں کہ جواب میں اگر صرف اتنا ہوتا کہ حرج نہیں ہے تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ کاتب سے سہو واقع ہوا ہے اور ''حرج ہے'' کے بجائے ''حرج نہیں ہے'' لکھا ہوا ہے۔ لیکن حضرت نے عدم حرج پر اکتفا نہ کیا بلکہ حکم (عدم حرج) کو اس شرط کے مشروط رکھا ہے کہ ''وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے'' اس کا صاف مطلب ہے کہ یہاں کاتب سے سہو نہیں ہوا

ہے۔بعض نے یہ کہا کہ ممکن ہے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے یہ جواب اس وقت لکھا ہو جب فتاوی رضویہ کا جواب پیش نظر نہ ہو۔میں نے کہا کہ یہ بات قابل تسلیم معلوم نہیں ہوتی، کیوں کہ ان کے فتاوی سے ظاہر ہے کہ عشق کا ایک معنی ایسا بھی ہے جو حرج کو مستلزم ہے ورنہ یہ نہیں فرماتے کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے نزدیک عشق کا وہ معنی بھی پیش نظر ہے جو ممنوع ہے ورنہ یہ نہیں فرماتے کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں۔بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ یہاں حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے تسامح واقع ہوا ہے۔عام بشر سے تسامح کا امکان بعید از عقل وشرع نہیں مگر حدیث قدسی سے جب اس لفظ کا ثبوت ملتا ہے تو تسامح کا قول کرنا بھی صحیح نہیں۔پھر یہ کہ بزرگوں کے اقوال میں بھی اللہ تعالی کے لیے لفظ عاشق کا استعمال ملتا ہے۔اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے تسامح واقع نہیں ہوا ہے۔

فتاوی رضویہ کا جواب مطلق تھا اور فتاوی تاج الشریعہ کا مقید؛ اس لیے تعارض کا ازالہ زیادہ مشکل سمجھ میں نہیں آیا۔میں نے قرآن وسنت اور اقوالِ علما ومشائخ کی روشنی میں فتاوی تاج الشریعہ کے جواب کا تنقیدی مطالعہ شروع کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ فتاوی تاج الشریعہ کا جواب مشروط ہے اور فتاوی رضویہ کا غیر مشروط، اور دونوں جوابوں کے درمیان تعارض اس وقت ہوتا جب دونوں جواب کا عمومی یا خصوصی حکم ایک دوسرے کے متضاد ہوتا جبکہ مسئلہ مبحوث عنہا میں عدم جواز کی نوعیت الگ ہے اور جواز کی نوعیت الگ ہے، اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ فتاوی رضویہ کا حکم حق وصواب ہے اور فتاوی تاج الشریعہ کا جواب بھی اپنی جگہ مسلم اور حق وصواب ہے۔

اسی دوران محبّ گرامی مفتی ابرار رضا مصباحی (پورنیہ) کا استفتا آیا تو پھر اس کا تفصیلی جواب لکھنا اپنے لیے ضروری سمجھا۔جواب لکھنے کے بعد سب سے پہلے استاذ گرامی فقیہ النفس مناظر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی صاحب قبلہ (کشن گنج) کی خدمت میں ارسال کیا۔انھوں نے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ تحریر

فرمایا کہ ’’ہاں امام احمد رضا قدس سرہ اور حضرت تاج الشریعہ کے فتاوی میں حقیقی تعارض نہیں ہے‘‘۔حضرت کا جملہ میرے موقف کی تائید کے لیے کافی تھا،اس لیے مجھے حوصلہ ملا اور پھر میں ملک کے دیگر علماے کرام کی خدمت میں بھی بھیجا۔ ملاحظہ فرمانے کے بعد بعض حضرات نے مختصر تأثر لکھ کر بھیجا اور بعض حضرات نے الجواب صحیح لکھ کر مہر تصدیق لگائی اور بعض حضرات کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ جن حضرات کی تحریریں موصول ہوئیں ،انہیں کتاب کے ابتدائی صفحات میں شامل کرلیا گیا اور جن حضرات نے صرف تصدیق پر اکتفا کیا ان کا نام اخیر میں لکھ دیا گیا ہے۔

بعض احباب کی خواہش پر وہی فتوی کتابی شکل میں لانے کا جب عزم مصمم ہوا تو دوبارہ اس پر مزید اضافہ کیا اور حدیث عشق کے مالہا وما علیہا پر ضروری گفتگو کی گئی۔اپنے مدعا کے اثبات میں حدیث عشق کے علاوہ عربی،اردو لغات، فقہی جزئیات اور بزرگوں کے فرمودات کا بھی سہارلیا گیا ہے اور پیدا ہونے والے مختلف شبہات کے ازالے کی کوشش کی گئی ہے، پھر بھی یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تحقیق حرفِ آخر ہے یا میرا موقف متفق علیہ ہے۔ممکن ہے کوئی صاحب بصیرت متانت وسنجیدگی کے ساتھ اس موقف کے برخلاف معقول دلائل لے کر آجائیں،اگر لاتے ہیں تو اس پر غور کرنے میں تأمل نہیں ہوگا مگر علمی دیانت کا تقاضا ہے کہ اگر حق واضح ہوجائے تو اس کی ضرور و تائید و تصدیق ہونی چاہیے۔

اگر اُن حضرات کا ذکر نہ کروں تو بڑی ناسپاسی ہوگی جن کا کتاب کی ترتیب میں کسی نہ کسی طرح تعاون شامل رہا۔چناں چہ کتابیں خاطر خواہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے پریشانیاں آئیں تو محبّ گرامی محمد بھائی (ٹیچر الحمد جونیئر کالج بھیونڈی) جو عصری درس گاہ سے تعلق رکھتے ہیں، نے نیٹ سے کچھ کتابیں نکال کردیں جن کی وجہ سے اصل مراجع تک پہنچنے میں آسانی ہوئی۔ ماہر علوم حدیث حضرت مولانا سید منظر الاسلام ازہری امریکہ(تلمیذ خاص حضرت علامہ مفتی قاضی فضل احمد زید مجدہ بنارس) نے تحقیقی مباحث کے ضروری گوشوں کی طرف نشان دہی کی اور مفید مشوروں سے نوازا نیز ایک وقیع مقدمہ رقم فرما کر کتاب کی اہمیت بڑھادی۔استاذ گرامی نبیرۂ صدر الشریعہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری دام

ظلہ نے ضروری گوشوں کی طرف توجہ دلائی اور کثیر علمی مشاغل کے باوجود جامع تقریظ لکھ کر ہمارا حوصلہ بڑھایا۔ گرامی مرتبت حضرت مفتی ڈاکٹر ارشاد ساحل شہسرامی دام ظلہ نے تقریب کے طور پر عالمانہ ومحققانہ تحریر سے کتاب کو زینت بخشی، خلیفۂ تاج الشریعہ مفتی ارسلان رضا خان قادری ازہری نے ایک قیمتی تأثر لکھ کر ہمارے حوصلوں کو بلندی عطا کی، اور جانشین حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الھند حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خان قادری دام ظلہ العالی نے دعائیہ کلمات لکھ کر کتاب پر مہر تصدیق لگادی۔

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی ایوب نعیمی، خلیفۂ تاج الشریعہ مفتی سید کفیل احمد ہاشمی، خلیفۂ تاج الشریعہ مفتی اشرف رضا قادری، محقق رضویات مفتی امجد رضا امجد، مفتی زبیر عالم صدیقی، مفتی مجاہد حسین رضوی، ، مفتی شبیر احمد صدیقی، مفتی ضمیم احمد مصباحی، مفتی عبدالخبیر اشرفی، مفتی محمد کونین نوری مصباحی، مفتی افتخار احمد مصباحی، مفتی نذر الباری جامع اشرفی، مفتی مشتاق احمد امجدی، مفتی شہروز عالم اکرمی، مفتی شاکر رضا قادری وغیرہم نے کتاب پر اپنی مہرِ تصدیق لگا کر کتاب کو مستند بنادیا۔ اللہ تعالیٰ علم و تحقیق کے ان ماہ ونجوم کو سلامت رکھے اور بلند مقام عطا فرمائے۔

ایک ساتھ پانچ کتابیں (قصر صلاۃ کے جدید مسائل، ملفوظات سرکار نمازی قرآن وحدیث کی روشنی میں، شہاب ادارت، حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم، منظر کا علمی منظر) پریس جانے کے لیے تیار تھیں اس لیے شعبہ تحقیق نوری دارالافتا سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ کے طلبہ (مولانا تنویر احمد ضیائی، مولانا محمد رضا مرکزی، مولانا محمد سلیمان مصباحی، مولانا اعظم رضا مرکزی، مولانا شاہ مخدوم رضا جامعی، مولانا شاکر احمد نظامی) نے شبانہ روز پروف ریڈنگ، کمپوزنگ اور تصحیح میں کافی عرق ریزی کی اور کتاب کو پریس جانے کے قابل بنایا۔ اللہ تعالی ان سب کو دین ودنیا میں سربلندی وسرفرازی عطا فرمائے۔

گرامی قدر حافظ شمشیر احمد رضوی اپنے والد مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے اور مکرمی الطاف احمد نے اپنی والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے مالی تعاون کیا اللہ تعالی بے حساب مغفرت فرمائے اور اعلی مقام عطا فرمائے۔

دعائیہ کلمات

قائد ملت قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور تاج الشریعہ
حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری دام ظلہ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ مرکز اہل سنت بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً ومصلیاً ومسلماً

''حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم'' اس وقت میرے پیش نظر ہے یہ رسالہ در حقیقت ایک استفتاء کا جواب ہے۔سائل نے سوال کیا ہے کہ امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں اللہ رب العزت کو عاشق اور حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا معشوق کہنا ناجائز لکھا ہے اور قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری نور اللہ مرقدہ نے فتاویٰ تاج الشریعہ میں لکھا ہے کہ عاشق و معشوق میں حرج نہیں جب کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں۔''

در حقیقت فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ تاج الشریعہ میں موجود دونوں فتوؤں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔عزیز گرامی مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی زید علمہ نے جواب (دفع تعارض) کے مختلف گوشوں پر تحقیقی اور تفصیلی گفتگو کی ہے۔اور قرآن حدیث سے جواب کو خوب مزین کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کی کاوش کو قبول فرمائے اور علم و اقبال میں خوب خوب برکتیں عطا فرمائے۔

محمد عسجد رضا قادری غفرلہ
۱۵؍جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ/ ۲۰؍دسمبر ۲۰۲۱ء بروز پیر
نزیل ممبئی

کلمات مقدسہ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی ارسلان رضا قادری ازہری زید مجدہ
آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ و مفتی رضوی دارالافتاء مرکز اہل سنت بریلی شریف

باسمہ تعالیٰ

کچھ عرصہ قبل حضرت مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہرؔ صاحب قبلہ مفتی شہر کلیان (شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا و تحقیق الجامعۃ الرضویہ کلیان/ وصدر مفتی نوری دارالافتا سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی) نے اپنا ایک تحقیقی فتوی میرے دیکھنے کے لیے مولانا شاہد صاحب کی وساطت سے ارسال فرمایا، اس وقت میں ہفتہ دس روز کے تبلیغی دورے پہ تھا، دوران سفر ہی سوال و جواب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ مستفتی کو سرکار اعلی حضرت کے فتوے اور حضرت تاج الشریعہ کے ایک فتوے میں بظاہر تعارض و تضاد کا احساس ہوا۔ اسی تعارض اور خلجان کو دفع کرنے کے لئے حضرت مفتی صاحب موصوف نے زیر نظر رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور بادی النظر میں محسوس ہو رہے ظاہری تضاد و تعارض کو انتہائی فاضلانہ، محققانہ و فقیہانہ طریقے پر رفع و دفع فرمایا ہے۔

وارث علوم اعلی حضرت، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاوی کا مجموعہ جب سے شائع ہوا ہے، بعض حضرات کو دیکھا کہ حضرت کے کچھ فتووں کو فتاوی رضویہ سے دیدہ و دانستہ یا نادانی میں متعارض ثابت کرنے میں کوشاں ہیں، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فتاوی تاج الشریعہ کا مطالعہ ہی اسی نیت و ارادے سے کیا جاتا ہے کہ کسی طرح کوئی بات دور از کار تاویل کر کے اور کھینچ تان کر فتاوی رضویہ سے بظاہر متصادم ثابت کر سکیں۔ امام اعظم اور سرکار غوث اعظم میں افضلیت کے متعلق مسئلہ بھی اسی قبیل سے تھا۔ البتہ اس مجموعے میں جو سوال کیا گیا ہے وہ کسی منفی ارادے سے نہیں بلکہ علم و معلومات میں اضافہ کی نیت سے کیا گیا ہے۔

بہر حال ہمارے علمائے کرام کا یہ فرض منصبی ہے کہ آیات و احادیث نیز اقوال ائمہ و

فتاوی مفتیان عظام میں بظاہر نظر آنے والے تعارض کو دلائل و براہین کی روشنی میں دفع کریں، شرح معانی الآثار جیسی کتابیں اسی فن میں معروف ہیں، اگرچہ اول الذکر یعنی قرآن وحدیث میں حقیقی تعارض ناممکن ہے۔اور موخر الذکر یعنی اقوال علما وفقہا اور فتاوی مفتیان عظام میں اگرچہ ممکن ہے مگر بسا اوقات مقلد مفتیوں کے اقوال میں حقیقی تضاد نہیں ہوتا، وہ کوتاہی فہم اور قصور نظر کا نتیجہ ہوتا ہے، جیسا کہ پیش نظر مجموعے میں قارئین کرام مطالعہ کریں گے۔

زیر نظر کتاب کے مولف حضرت علامہ مفتی محمد مبشر صاحب قبلہ شہر کلیان وبھیونڈی میں دین و سنیت اور مسلک اعلی حضرت کی انتہائی خاموشی کے ساتھ خدمات انجام دے رہے ہیں، میری معلومات کی حد تک پورے علاقے میں مرجع فتاوی کی حیثیت رکھتے ہیں، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور فقہ و افتا ان کا خصوصی میدان ہے۔ انہیں کاموں میں اپنے روز و شب صرف فرماتے ہیں، پابندِ مسلک اعلی حضرت سنیوں میں اتحاد و اتفاق کے خواہاں بھی ہیں اور کوشاں بھی، نسبتوں کی قدر فرماتے ہیں، اور اسی وجہ سے فقیر راقم الحروف سے بھی عقیدت ومحبت سے پیش آتے ہیں نیز فقیر قادری کے دل میں بھی متذکرہ صفات کی بنا پر ان کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ ان کی خواہش رہتی ہے کہ راقم الحروف ان کی نئی تصنیفات پر کچھ رقم کر دیا کرے، یہ چند سطور اسی فرمائش پر حاضر ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اللہ تعالیٰ ان کی ان علمی کاوشوں کو قبول فرمائے اور مکمل خلوص کے ساتھ دین و سنّیت کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

فقیر محمد ارسلان رضا قادری غفرلہ

خادم آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ ورضوی دار الافتا مرکز اہل سنت بریلی شریف

۹/صفر المظفر ۱۴۴۴ھ

تقریب

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

انسان کے دل میں جذبۂ الفت ومیلان فطری ہے، چاہے وہ مظاہر قدرت کے ساتھ ہو، یا خود حضرت انسان کے ساتھ ہو یا خالق و مالک حقیقی کے ساتھ۔ یہ جذبہ ہر شخص میں موجود ہے لیکن مطلوب حقیقی یہ ہے کہ انسان اپنے معبود حقیقی کو مقصود حقیقی بنا لے۔ یہی مطلوب شرع بھی ہے اور اسی سے انسان کے رتبے بلند ہوتے ہیں، وجود کندن بنتا ہے اور پھر انسان کائنات کی متاع گراں بہا بن جاتا ہے۔ اس جذب دروں کی ابتدا، میلان اور جذب وکشش کہلاتی ہے اور انتہا کو عشق کہتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:

"محبت کے معنی ہیں کسی چیز میں کسی کمال کا اعتقاد کرتے ہوئے نفس کا اس کی طرف میلان کرنا اور اس کی طرف کھنچے جانا کہ وہ کمال اس کے تقرب کا باعث بن جائے۔ محبت کی دو علتیں ہیں: ۱۔ حسن، ۲۔ احسان

اور یہ دونوں ذاتِ باری تعالیٰ میں منحصر ہیں، باقی ہر جگہ اسی کا ظہور ہے۔ ان مظاہر اور انوار مشارق میں سب سے اجل وارفع حضرت سید السادات روحِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ آپ کے بعد اتباع واستقامت کے درجات کے فرق کے لحاظ سے یہ اولیاءِ اُمّت میں سرایت کرتی ہے اور محبت کی حقیقت وہی مذکورہ میلان وانجذاب ہے اور تقرب کا سبب اطاعت وموافقت محبت کو لازم ہے کیونکہ اطاعت کے بغیر

محبت ناقص رہتی ہے اور کمال کا دعویٰ جھوٹا ہوتا ہے لیکن اصل محبت باقی رہتی ہے، اس کی دلیل یہ حدیث پاک ہے:"لَا تَلْعَنُوْهُ فَاِنَّه يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" اسے لعنت نہ کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔

اسی لیے علماء نے محبت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ بندے کی خدا سے محبت یہ ہے کہ خدا کی اطاعت کرے اور خدا کی بندے سے محبت یہ ہے کہ وہ راضی ہو جائے، جس کا اثر لطف و توفیق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ میلان و انجذاب کا تعلق مقولۂ انفعال سے ہے، اس لیے اس کا باری تعالیٰ میں امکان نہیں ہے۔''

[شرح فتوح الغیب، ص:۴۰۶-۴۰۸]

مطالب رشیدی میں محبت اور عشق کے مراتب اور صوفیانہ مدارج کو تفصیل اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر کاکوروی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں :

''لفظ عشق عشقہ سے مشتق ہے وہ ایک بیل ہے جو درخت پر لپٹ جاتی ہے اور اُس کو بے برگ و بار اور زرد و خشک کر دیتی ہے۔ اسی طرح عشق بھی وجود عاشق کے درخت کو جمال معشوق کی تجلی میں محو کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ذات عاشق اُٹھ جاتی ہے تو بالکلیہ معشوق رہ جاتا ہے اور عاشق مسکین کو آستانۂ نیاز سے اُٹھا کر مسند ناز پر بٹھا دیتا ہے۔

لفظ محبت حِبہ [بکسر حاء] سے مشتق ہے۔ یہ ایک بیج ہے کہ جب زمین میں ڈالا جائے اور چھپا دیا جائے اور اس پر بارش ہو اور آفتاب کی تابش ہو اور سردی و گرمی اس پر گزرے تو بھی وہ متغیر نہیں ہوتا ہے اور اپنے وقت اُگتا اور پھولتا اور پھلتا ہے۔ بالکل اسی طرح محبت ہے کہ جب کسی کے دل میں پیدا ہوتی ہے تو محبوب کی موجودگی اور غیر موجودگی میں یا بلا اور محنت میں اور راحت اور لذت میں اور فراق اور وصال میں متغیر نہیں ہوتی بلکہ بڑھتی رہتی ہے اور شاخیں و کونپلیں نکلتی رہتی ہیں۔

محبت کے اقسام ہوتے ہیں، چنانچہ مجمع السلوک از حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی قدس سرہٗ [م ۹۲۲ھ] میں ہے کہ محبت اور عشق کے درمیان سالکوں نے فرق

بتلایا ہے۔ انتہائی محبت کو عشق کہتے ہیں اور ابتدائی محبت کو موافقت کہتے ہیں۔ اس کے بعد مَیل ہے، اس کے بعد موانست، اس کے بعد مودّت، اس کے بعد ہوا، اس کے بعد خلّت، اس کے بعد محبت، اس کے بعد شغف، اس کے بعد تیم، اس کے بعد ولہ، اس کے بعد عشق۔

(۱) موافقت یہ ہے کہ دنیا اور نفس اور شیطان سے علیحدگی رکھے اور دوستان حق سے دوستی رکھے اور انھیں کی ملازمت اور صحبت کرے اور ان کی فرماں برداری عزیز رکھے تا کہ ان کے دل میں جگہ ہو جائے، کیونکہ جو شخص کسی صاحب دولت کے دل میں جگہ پائے اور اس کا منظور نظر ہو جائے تو خود بھی صاحب دولت ہو جاتا ہے اور کامیابی حاصل کر لیتا ہے۔

(۲) میل و موانست یہ ہے کہ تمام سب سے اعراض کرے اور حق کا ہمیشہ خواہاں اور جویاں ہے۔ "مَنْ اَنسَ بِاللّٰہِ اِستوحَشَ عَنْ غَیْرِ اللّٰہ" [شعب الایمان: ۲/ ۱۸، قول ابو عثمان و فضیل بن عیاض] جس نے اللہ سے اُنس کیا، وہ غیر اللہ سے وحشت کرے گا۔

(۳) مودّت یہ ہے کہ دل کی خلوت میں [یعنی دل ہی دل میں] عجز اور زاری اور اشتیاق اور بے قراری میں مشغول رہے۔

(۴) ہوا یہ ہے کہ دل کو ہمیشہ مجاہدہ میں رکھے اور پِتّہ کو پانی کر دے۔

(۵) خلّت یہ ہے کہ اپنے تمام اعضا کو دوست سے پُر کر دے اور غیر دوست سے بالکل خالی کر دے۔

جستجو میں جو نہ دوڑیں تری ٹوٹے وہ پاؤں سر وہ کٹ پائے کہ جس میں نہ ہو سودا تیرا

(۶) محبت یہ ہے کہ اوصاف بشری سے پاک اور اوصاف حمیدہ [ملکی] سے متصف ہو جائے۔

(۷) شغف یہ ہے کہ حرارت شوق سے حجاب دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور آب دیدہ کو چھپائے رکھے تا کہ محبت کو کوئی نہ جانے کیونکہ محبت سرِ ربوبیت ہے اور سر ربوبیت کا ظاہر کرنا کفر ہے سوائے اُس وقت کے کہ جب حال کا غلبہ ہو اور طاقت اور اختیار

باقی نہ رہے۔

(۸) تیم یہ ہے کہ اپنے کو ایسا اسیر و بندۂ محبت کر دے کہ تفرید باطنی اور تجرید ظاہری حاصل ہو جائے۔

(۹) وَلہ یہ ہے کہ اپنے آئینہ دل کو جمال معشوق کے مقابل رکھے اور شراب جمال سے مست رہے ایسا کہ بیماروں کی قطع ہو جائے۔

(۱۰) عشق یہ ہے کہ اپنے کو گُم کر دے اور بیقرار رہے۔..................

شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ [م۱۰۵۲ھ] کتاب مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں کہ حب کے نو مرتبے ہیں۔ دو مرتبے حق کی طرف سے اور باقی خلق میں ہوتے ہیں:

(۱) پہلا مرتبہ حق کے لیے حُب کہا جاتا ہے بغیر اس کے کہ اس میں کوئی حرکت اور کوئی ظہور ہو۔

(۲) جب حُب میں یہ حالت پیدا ہو جائے تب ارادت حاصل ہوتی ہے اور حقیقی ارادت اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی کے واسطے ہے۔

پہلا مرتبہ خلق کے حب کا میل کہلاتا ہے۔ اس میں قلب کا انجذاب مطلوب کی جانب ہوتا ہے۔ جب اس میں زیادتی ہوتی ہے تو اس کو رغبت کہتے ہیں اور جب رغبت میں زیادتی ہوتی ہے تو طلب کہتے ہیں اور جب طلب میں زیادتی ہوتی ہے تو اس کو وِلا اور فریفتگی کہتے ہیں اور جب وِلا میں شدت اور مداومت پیدا ہو جائے تو اس کو صبابہ کہیں گے اور جب یہ ہو جائے اور اس میں تغیر و تبدل نہ ہو اور اپنے مراد سے انس ہو جائے تو اس کو ہوا کہیں گے اور جب یہ حالت ہو کہ ہوا پورے طور پر دل پر چھا جائے تو اس کو شغف کہیں گے، اس حیثیت سے کہ محبّ اپنے نفس یا ذات سے فانی ہو جائے اور اس حالت میں ترقی ہو گویا کہ اپنے نفس سے فانی ہو کر وہ فنا کو بھی فنا کرے تو اس کو غرام کہیں گے اور جب اس حالت میں مستحکم ہو اور طفح بمعنی بھر جانا، یعنی بے خودی و استغنا اختیار کرے اور ظاہر متمکن ہو جائے اور محبّ اپنے نفس سے اور حبیب سے بھی فانی ہو جائے۔ یعنی دونوں بالکل ایک ہو جائیں تو یہ حُب مطلق ہے اور اسی کو عشق کہتے ہیں۔ یہ خلق کے معاملہ میں حُب کے آخری مقامات میں

ہے۔اس مقام پر محبّ حبیب اور حبیب محبّ کا رنگ اختیار فرماتا ہے اور ہر ایک دوسرے کی صورت پر ہو جاتا ہے۔اس وجہ سے کہ عاشق کی روح معشوق کی صورت پر متمکن ہو جاتی ہے اور وہ صورت روحانیہ اس عاشق کے دل میں مستحیل ہو کر قائم ہو جاتی ہے اور ان میں فک ومفارقت وانفصال نہیں رہتا ہے جیسا کہ کہا ہے کہ "رَقَّ الزُّجَاجُ وَرَقَّتِ الخَمرُ" [شراب وشیشہ کا رنگ ایک ہے] اور یہ نو مرتبے خلق کے لیے حقیقی ہیں۔ یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ خدا کے مرتبہ ہیں کیونکہ خلق سے بھی تعلق رکھتا ہے اور حق سے بھی۔ پہلے کو مرتبۂ جامعہ اور دوسرے کو وُدّ کہتے ہیں۔ چنانچہ اسمائے الٰہیہ میں سے ایک اسم ودود بھی ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دوست رکھتا ہے اور بندے بھی اس کو دوست رکھتے ہیں۔" فَسَوفَ یَأْتِیَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّونَه" [المائدہ:۵۴] عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا کہ وہ لوگ حق کو دوست رکھیں گے اور حق ان کو۔لہٰذا وُدّ مرتبۂ مشترکہ ہے اور یہ انتہائی مراتب عشق سے ہے جو کہ ظہور میں ہیں اس وجہ سے کہ یہ کیفیت جانبین سے ہوتی ہے۔ خلق میں عشق سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔جیسا کہ " نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْأَفْئِدَةِ" [الھمزۃ:۶-۷] (وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی) [اپنی حرارت کی وجہ سے] سے ظاہر ہے۔

کتاب ہمعات میں ہے کہ عشق کی حقیقت یہ ہے کہ جب مومن حق سبحانہ تعالیٰ کو متصف باوصاف کمال ہونے کا اعتقاد رکھے اور اپنا کمال اُسی کی یاد کرد [ذکر لسانی اور قلبی کو کہتے ہیں] میں منحصر دیکھے اور حق تعالیٰ شانہ کا نام ہمیشہ یاد کرتا رہے اور اس کی نعمتوں کو ملاحظہ کرتا رہے تو اس کی پابندی سے اس کے دل میں آہستہ آہستہ بے قراری واضطراب و قلق وحیرانی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور روز بروز اس حالت میں زیادتی ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ حق تعالیٰ کا نام پاک اپنی زبان پر لانا مشکل ہو جاتا ہے اور ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ گویا اس کی روح مفارقت کر جائے گی۔ بالجملہ جب نفس میں یہ کیفیت متمکن ہو جائے اور جوہر دل میں بیٹھ جائے اور نفس اسی میں رنگ جائے تو اس کو نسبت عشق کہتے ہیں۔" [مطالب رشیدی، ص:۳۴۳-۳۴۷]

اس جذبۂ دل آویز سے کسی کو انکار نہیں، ہر صاحب دل کو اس کا اعتراف ہے لیکن جانب حق تعالیٰ اس جذب و کشش کی نسبت کون سی تعبیر روا ہے؟ اس سلسلے میں ہم شریعت کے پابند ہیں۔ اسمائے باری تعالیٰ توقیفی ہیں، اسی طرح صفات کی نسبت بھی شریعت محمدیہ کے اعتبار سے ہوگی۔ لفظ عشق بندے کی نسبت سے تو بالکل روا ہے لیکن حق تعالیٰ کا دربار حزم و احتیاط کا طالب ہے، اس لیے ایسی تمام تعبیرات اس جناب باری تعالیٰ کے لیے ممنوع قرار دی جائیں گی جن میں نقص کا شائبہ بھی ہو۔ اسی لئے فقہائے کرام نے اس کے عمومی استعمال سے منع فرمایا ہے۔ رہ گئے خواص بارگاہ حق، ان کے معاملات مختلف ہوتے ہیں۔ وہ اس درجہ جذبۂ حق میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان سے سوائے عظمت محبوب حقیقی کے اور کسی پہلو تو کیا اس کے امکان کی بھی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اسی لیے حضرات صوفیا کے یہاں لفظ عشق کا استعمال بارگاہ حق تعالیٰ کے لیے بھی ملتا ہے ان کے اشعار میں بھی اور ملفوظات و تحریرات میں بھی۔ اس کی متعدد مثالیں عربی، فارسی اور اردو کے صوفیانہ اشعار میں مل جائیں گی۔ عاشق اللہ، معشوق اللہ کے نام کے بزرگ بھی مل جائیں گے۔ حضرت جامی کا مشہور شعر ہے۔ ع

بندۂ عشق شدی، ترک نسب کن جامی   کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اس تناظر میں محبّ گرامی عزیز سعید مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر رضوی زید مجدہٗ کی یہ کاوش قابل قدر ہے کہ حضرت عزت عز و جل کے لئے لفظ عشق کے استعمال کے مخصوص اور محدود استعمال کے جواز کے لئے دلائل فراہم کئے ہیں اور حدیث عشق کی سندی حیثیت پر بھی عالمانہ گفتگو کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی یہ کاوش قبول فرمائے اور ان کے علم و عمل، توفیق و سعادت، فضل و کمال، رزق و عمر میں خوب برکتیں اور وسعتیں عطا فرمائے آمین بجاہ سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ساحل

۲ر صفر المظفر ۱۴۴۴ھ/ ۳۱ر اگست ۲۰۲۲ء چہار شنبہ

تقریظ

نبیرۂ حضور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی
قادری منزل گھوسی ضلع مئو یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی بڑے ذی استعداد فاضل علوم دینیہ اور تجربہ کار مفتی ہیں، ایک زمانے سے فتوی نویسی کی خدمات انجام دے رہے ہیں، فقہیات سے خصوصی شغف ہے، سوالات کو سمجھنے اور درست جواب دینے کا تجربہ ہو چکا ہے۔ ان کے فتاوی اخبارات ومجلّات میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور اعتماد کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ ہم نے موصوف کے بعض تحقیقی کام بھی دیکھے ہیں، جنھیں دیکھ کر اطمنان ہوا۔

زیر نظر تحریر موصوف کا ایک تحقیقی مقالہ ہے جس میں انھوں نے ایک نازک مسئلے کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ اللہ تعالی کی شان میں لفظ ''عشق'' کا استعمال معہود نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی استعمال کر بیٹھے تو اس کا شرعی حکم کیا ہوگا؟ اعلی حضرت قدس سرہ نے اللہ تعالی کی شان میں اس کے استعمال کو ممنوع قرار دیا کیوں کہ اس کے بعض معانی باری تعالی کی شان کے لائق نہیں۔ لیکن عشق کا لفظ عرفا چاہت اور محبت کے لیے بھی بولا جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی شان کے منافی نہیں، اس اعتبار سے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے اس کی مشروط اجازت دی۔ اب دونوں فتووں کے مابین بظاہر تعارض کی صورت پیدا ہوئی تو مفتی مبشر رضا صاحب نے اس پر اپنا قلم اٹھایا اور دفعِ تعارض اور جمع و تطبیق کی کئی صورتیں بیان کیں۔ مبسوط کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا کہ دونوں فتووں میں کوئی تعارض نہیں، اور یہ حقیقت بے غبار ہوگئی کہ شانِ الٰہی میں اِس لفظ کا مطلق استعمال منع ہے، اور مشروط استعمال جائز ہے۔ ہم نے

محسوس کیا ہے کہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ جو کچھ لکھتے بولتے تھے شریعت وطریقت وحقیقت ہر جہت سے وہ بات نپی تلی اور معیاری ہوتی تھی، کسی ایک جہت سے دیکھنے والوں کے لیے اس پر سوالات ہو سکتے تھے مگر جب مطالعہ وسیع ہوگا اور دیگر جہتیں واضح ہوں گی تو اس کی معنویت ظاہر ہوتی چلی جائے گی۔اعلی حضرت قدس سرہ کی تحقیقات حضور تاج الشریعہ کی نظر میں ہمہ دم رہتی تھیں، اس لیے آپ کے فتاوی میں اعلی حضرت قدس سرہ کے فتاوی سے سر مو انحراف واختلاف نہیں پایا جاتا۔لفظ ''عشــــق'' کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف ایک حدیث قدسی میں وارد ہوئی، جو کنز العمال وغیرہ میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ سے مرسلا مروی ہے،لیکن اس کی سند ضعیف ہے،سند کے ضعف کا مدار اس کے دو راوی ہیں ،عبداللہ بن فضل اور عبدالواحد بن زید، مفتی صاحب نے ان دونوں راویوں کے تعلق سے کثیر حوالہ جات اور عبارات پیش کر کے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کی مرویات ''لا شئی '' کے درجے میں نہیں ہیں، بلکہ کچھ نہ کچھ تو حیثیت رکھتی ہیں۔اس لیے اس روایت کو بالکلیہ رد کر دینا مناسب نہیں لگتا۔مفتی صاحب نے اہل سنت کے متعدد مسلمات مثلا نفی سایہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، وایمان ابوین کریمین وغیرہا سے ثابت کیا کہ ضعاف بھی مقبول ہو سکتی ہیں، اور اس تحقیق میں موصوف حق بجانب ہیں۔

''حدیث عشق'' کی سند کے پیش نظر ہم سمجھتے ہیں کہ غالبا اس کے ضعف شدید کی بنا پر ہی امام عشق ومحبت عاشق بارگاہِ رسالت اعلی حضرت قدس سرہ نے دربارہ بارگاہِ الوہیت اسے قبول نہ کیا، اور عشق کے بعض لغوی معانی کے اعتبار سے اسے ممنوع قرار دیا۔ اور حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے اسی حدیث قدسی کے پیش نظر اس کی مشروط اجازت دی، کہ یہ روایت شدید ضعیف سہی 'جب اس روایت میں اس کا ورود ہو گیا تو اس کا کچھ نہ کچھ تو اعتبار ہوگا۔اور یہ طرزِ استدلال قول مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ''کیف و قد قیل'' سے مستفاد ہے۔

دونوں فتاوی کے مابین مفتی مبشر رضا صاحب کی یہ تطبیق ہمیں بہت پسند آئی کہ حضور اعلی حضرت قدس سرہ نے نظر بحال زمانہ عوام الناس کو اس سے منع فرمایا اور حضور تاج

الشریعہ نے خواص کو اس کی اجازت دی، اس لیے حضور تاج الشریعہ کی اجازت کو خواص تک محدود کر کے اطلاقِ منع کو ہی ہم تقاضائے احتیاط سمجھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مرتب موصوف کی اس تحریر میں شریعت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ اسلافِ امت اور بزرگان دین کی نصرت وحمایت کا جذبہ بھی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اس تحریر میں آج کل کے آزاد قلم کاروں اور بے لگام ناقدین کے لیے ایک سبق ہے جو کسی بھی عظیم شخصیت کی تحریر پر اعتراض جڑ دیتے ہیں، اور تغلیطِ اکابر میں جرأتِ بے جا کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس تحقیقی مقالے کے مرتب مفتی مبشر رضا قبلہ کی اس علمی خدمت کو قبول فرمائے، اور اس سے قارئین کو نفع پہنچائے اور اسے ان کے لیے توشہ آخرت بنائے۔ آمین

فقط

فقیر فیضان المصطفی قادری

۶ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ

تقدیم

فاضل محقق حضرت مولانا سید منظر الاسلام الازہری دام ظلہ العالی
ڈائیریکٹر اسلامک سینٹر آف مورسویل، نارتھ کیرولینا، امریکہ

زیر نظر کتاب ''حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم'' مولانا مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی کی تالیف ہے۔ مولانا موصوف نے اس کتاب میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ اور تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا رضا خاں ازہری قدس سرہ کی ایک ہی مسئلہ میں بظاہر دو مختلف رائے کی تاویل و تشریح کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسئلہ کا تعلق خدائے قدیر کے لئے لفظ عاشق اور معشوق کے استعمال سے ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے خدائے قدیر کے لیے اس لفظ کے استعمال کو ممنوع قرار دیا، جبکہ تقریبا پچہتر سال بعد امام احمد رضا کی علمی یادگار علامہ اختر رضا خاں ازہری قدس سرہ سے اسی نوعیت کا سوال کیا گیا تو کچھ تفصیل کے ساتھ اس لفظ کا استعمال جائز قرار دیا۔ آخر الذکر کا فتوی ان کے مجموعہ فتاویٰ تاج الشریعہ میں شائع ہو چکا ہے۔

مفتی مبشر رضا صاحب جو ایک نوجوان عالم دین ہیں فتاوی رضویہ پر اچھی نظر رکھتے ہیں، فتاویٰ تاج الشریعہ جب ان کے مطالعہ میں آئی تو اس مسئلہ پر ان کی نگاہ ٹھہر گئی اور انہوں نے اس مسئلہ میں بظاہر دو مختلف رائے میں تاویل اور تشریح کے لئے کمر کس لیا۔ اگست سے ستمبر کے درمیان میں عمرہ کے لئے حرمین شریفین میں موجود تھا، اس دوران میں نے ان کی کتاب کا بعض حصہ گنبد خضرا کے سایہ میں اور بعض حصہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان سفر پڑھا ہے۔ کتاب پڑھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ انہوں نے اس کتاب میں مسئلہ کے تمام پہلو پر غور و فکر کیا ہے، قرآن و حدیث، لغت، فقہ و فتاویٰ، قدیم و جدید اور

معاصر فقہا اور خاصان خدا کے اقوال سے استناد بھی کیا ہے، اور بڑی عرق ریزی کے ساتھ ظاہری تعارض کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے کتاب کے دو بنیادی بحث پر خاص توجہ دی ہے۔ پہلی بحث حدیث عشق سے متعلق ہے جبکہ دوسری بحث کا محور بظاہر دو متعارض اقوال میں تاویل، تطبیق، تشریح اور توجیہ ہے۔

حدیث عشق (جس میں اللہ تعالیٰ کے لئے لفظ عاشق کا ذکر موجود ہے) کے دو راویوں پر محدثین نے جرح کیا ہے۔ مفتی مبشر صاحب نے بڑی تفصیل کے ساتھ دونوں راویوں اور حدیث کی اسنادی حیثیت پر روشنی ڈالی ہے۔ میں اس قدر اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس کے ایک راوی عبد الواحد بن زید گرچہ ضعیف ہیں مگر ان سے روایت کرنے والوں میں نامور ثقہ محدثین ہیں جن میں سرفہرست مکی بن ابراہیم ہیں۔ مکی بن ابراہیم کے شیوخ میں امام اعظم ابو حنیفہ جیسی قدآور شخصیت ہیں اور ان کے شاگردوں میں امام بخاری جیسا محدث اسلام ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں بائیس ایسی حدیثیں درج کی ہیں جو صرف تین واسطوں سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہیں، جنہیں ثلاثیات کہا جاتا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان بائیس میں سے گیارہ روایتیں مکی بن ابراہیم کے ہی واسطہ سے ہیں جو کہ عبد الواحد بن زید کے شاگرد ہیں۔ یہی حال محمد بن فضل کے اساتذہ اور شاگردوں کا ہے جن میں ایک بڑی تعداد ثقہ محدثین اور نامور ائمہ اعلام ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کا کسی سند میں ہونا مطلقاً اس روایت کو مسترد کر دینا دانشمندی نہیں ہوگی۔ اس لیے مفتی مبشر صاحب نے اس حدیث میں سخت ترین ضعف کو تسلیم کرنے کے بعد اسے درجہ قبول میں رکھا ہے اور اس پر محدثین، فقہا اور اہل عرفان کے اقوال سے سند پیش کی ہے۔

کتاب کا دوسرا محور دو اقوال میں ظاہری تعارض کی تشریح اور اساطین علم کے اقوال میں تطبیق ہے بلکہ کتاب کا بنیادی نکتہ یہی ہے، اس لئے میں تاویل و تشریح سے متعلق تھوڑا تفصیل کے ساتھ گفتگو کروں گا تا کہ جو بحث انہوں نے کتاب کے صفحات پر کی ہے اس کی اہمیت سے قارئین آگاہ ہو جائیں۔

تاویل: یہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی لوٹنا ہے۔ ابن منظور نے لسان العرب

میں اس لفظ کے چار معنی بتائے ہیں۔ پہلا معنی لوٹنا، دوسرا معنی تفسیر، تیسرا معنی کسی چیز کو جمع کرنا اور کسی چیز کی اصلاح ہے، جبکہ چوتھا معنی سیاست ہے۔(۱) ابن منظور نے اس کے بعد قرآن اور حدیث سے اس کی کئی مثالیں دی ہیں۔غرض کہ ابن منظور نے جن لغوی معنی کا ذکر کیا ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ جب کسی لفظ کا معنی مشتبہ ہو جائے تو اس کی توجیہ اور تشریح کے لئے عقل و دانش کا استعمال کر کے اس کے صحیح معنی کی تعیین اور تشریح کر دی جائے جس سے پڑھنے والے کے ذہن میں کسی طرح کا کوئی شبہ باقی نہ رہ جائے۔

لفظ تاویل کا اصطلاحی معنی جاننے کے لئے اصول فقہ کی کتابوں سے استفادہ کرنا ضروری ہے کیوں کہ اس لفظ کا اصول فقہ سے گہرا تعلق ہے، اس لیے علمائے اصول نے اس کی بڑی واضح تعریف کی ہے۔ اس ضمن میں، میں نے علما احناف کے دو ستون امام بزدوی (م ۴۲۸ھ) اور امام سرخسی (۴۹۰ھ) کی کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ اس سے پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ لفظ تاویل مصدر ہے، اس کے لیے اصول فقہ کی کتابوں میں مؤول کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

کشف الاسرار میں ہے: المؤول فما ترجح من المشترك بعض وجوهه بغالب الرای۔ (۲)

مؤول ایسا لفظ ہے جس میں مشترک کے ایک معنی کو غالب رائے کے ذریعہ راجح قرار دیا جائے۔

امام سرخسی نے لکھا ہے: المؤول تبين بعض مايحتمل المشترك بغالب الرای والاجتهاد۔۔۔فالمؤول ما تصير اليه عاقب المراد بالمشترك بواسط الرااى۔(۳)

کسی لفظ میں چند مشترک معانی کا احتمال ہوتا ہے، ان مشترک معانی میں سے ایک معنی کو غالب رای اور اجتہاد کے ذریعہ واضح کرنے کے عمل کو موول کہا جاتا ہے۔غرض کہ مشترک میں موجود محتمل معانی کے مراد کو رای کے ذریعہ متعین کر دیا جانا موول ہے۔اس تعریف کے پیش نظر تاویل کا تعلق ایسے لفظوں سے ہے جن میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال

ہوتا ہے اور اس میں سے کسی ایک معنی کو عقل و دانش کے ذریعہ متعین کر دیا جائے تو اس کو تاویل کہتے ہیں۔ تاویل کی اس قسم کا تعلق مشترک لفظوں سے ہی ہوگا۔ جبکہ احناف کے علاوہ دیگر اہل اصول کے نزدیک تاویل کا معنی اس سے کچھ الگ ہے۔ دسویں صدی ہجری میں فقہ حنفی کے معتبر عالم دین امیر بادشاہ (م۹۷۲ھ) جنہوں نے امام ابن الھمام (م۱۳۸۸ھ) کی کتاب التحریر کی شرح لکھی ہے رقمطراز ہیں:

فالمؤول له معنیان، احدھما مخصوص بالحنفی، والاخر مشترك بینھم وبین غیرھم، وقال الامام الغزالی: ان التاویل احتمال یعضده دلیل یصیر به اغلب علی الظن من المعنی الذی دل علیه الظاھر۔(٤)

مؤول کے دو معنی ہیں، پہلا معنی احناف ہی کے ساتھ خاص ہے جبکہ دوسرا معنی احناف کے علاوہ دیگر اہل اصول کے نزدیک معتبر ہے۔ امام غزالی نے کہا ہے کہ تاویل اس عمل کا نام ہے کہ کسی لفظ میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال موجود ہو اور اس احتمال پر دلیل بھی پائی جائے، دلیل کے ذریعہ ظاہری معنی کے علاوہ کسی ایک معنی کو جو کہ غالب رائے سے متبادر ہے۔

غرض کہ تاویل کا لغوی معنی توجیہ و تشریح، تفسیر اور بیان ہے اور احناف کے مطابق اس کا اصولی معنی مشترک معانی میں سے کسی ایک معنی کو دلیل یا قرینہ کی روشنی میں متعین کرنا تاویل ہے، جبکہ احناف کے علاوہ دیگر اہل اصول مثلاً امام غزالی شافعی کے نزدیک لفظ سے جو معنی متبادر اور ظاہر ہے اس کے خلاف دلیل کی روشنی میں کسی ایسے معنی کی تعیین کر دی جائے جس کا اس لفظ میں احتمال موجود تھا، تاویل ہے۔ امام غزالی کی تعریف پر اہل علم نے بڑے ایراد قائم کئے ہیں اور بعض نے امام غزالی کا دفاع بھی کیا ہے جس سے مجھے یہاں کوئی غرض نہیں۔ میں نے علما لغت، اصول، اور متکلمین کی بحث سے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ لفظ تاویل کا استعمال مشترک لفظ میں سے کسی ایک معنی کی تعیین و ترجیح کے لئے کیا جاتا ہے۔ یا۔ کسی لفظ میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال ہو تو دلیل یا ظن غالب کی روشنی میں اس کے ظاہری معنی کے علاوہ کسی اور معنی پر اس لفظ کو محمول کر دیا جائے تو تاویل ہوگا۔ میں اس معنی

میں ذرا وسعت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ کسی لفظ یا عبارت کا معنی اور اس کا مفہوم کسی بھی وجہ سے واضح نہ ہو یا دو عبارتوں یا دو اقوال میں بظاہر تعارض ہو اور اس کی توضیح، تشریح اور وضاحت کے لئے جو عمل کیا جائے گا اس کو تاویل اور تطبیق کا نام دیا جائے گا۔

میں نے یہ وسعت چار مذاہب کے اہل اصول کی تعریفات کی روشنی میں کی ہے، ان تمام اقوال کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ یہاں اس قدر سمجھنا کافی ہوگا کہ اصول فقہ میں عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید، مشترک کی تعیین، مجمل کا بیان، حقیت و مجاز کی تشریح، ظاہر، نص، خفی، مجمل، مشکل، متشابہ وغیر سے بحث کرنا، نصوص میں تاویل، توضیح، تشریح، اور تطبیق کے ہی طریقے ہیں انہیں طریقوں میں سے کسی طریقہ کا استعمال کر کے نص قرآن و حدیث یا بظاہر کسی متعارض عبارتوں کی توجیہ و تشریح کی جاتی ہے، جس سے بظاہر متعارض اقوال میں تعارض دور ہو جاتا ہے، اس پر وارد ہونے والے اشکال ختم ہو جاتے ہیں اور دونوں قول میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ ان سب میں سنجیدہ عقل اور علم درایت کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے۔ عہد صحابہ میں نصوص کی توجیہ و تشریح اور تاویل کے یہ تمام طریقے رائج تھے اور اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور بعد کے ائمہ مجتہدین نے نصوص کی توجیہ و تشریح کے مذکورہ طریقے عام طور استعمال پر کیا ہے۔ ذیل میں صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

نصوص کی توجیہ اور تاویل عہد صحابہ میں:

عہد صحابہ کی بڑی واضح مثال حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا مفتوحہ علاقہ کی مال غنیمت کی تقسیم سے متعلق حکم ہے۔ قرآن کریم نے سورا انفال کی آیت نمبر ۴۱ میں ذکر کیا ہے کہ مال غنیمت میں سے اللہ و رسول ، رشتہ دار ، یتیم، مسکین، اور مسافر کا پانچواں حصہ ہے۔ آیت کے عموم کا تقاضہ یہ ہے جس قدر مال غنیمت منقول اور غیر منقول سے حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ و رسول کے علاوہ مذکورہ اشخاص کو بھی دیا جائے گا۔ جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس میں عقلی تاویل کی ہے اور پانچواں حصہ کو منقول کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور غیر منقول میں سرحدوں پر تعینات لشکریوں کو بھی شامل کیا ہے۔ کتاب الخراج میں ہے:

”ارایتم هذه الثغور؟ لا بد لها من رجال یلزمونها، ارایتم هذه المدن العظام؟ کالشام والجزیر والکوف والبصر و مصر، لابد لها من ان تشحن بالجیوش، و ادرار العطا علیهم، فمن این یعطی هولا اذا قسمت الارضون والعلوج۔“(۵)

کیا تم لوگوں کو سرحدوں کی خبر ہے؟، اس کی حفاظت کے لیے کچھ لوگوں کا متعین کرنا ضروری ہے، شام، جزیرہ عرب، کوفہ، بصرہ، اور مصر پر بھی نظر ڈالو، ضروری ہے کہ ان ملکوں کی حفاظت کے لئے فوجی لشکر تعینات کئے جائیں اور ان فوجیوں کی مالی معاونت بھی کی جائے، جب مفتوحہ علاقہ کی تقسیم صرف غانمین میں کردی جائے گی تو ان فوجیوں کی کہاں سے مدد کی جائے گی۔

غرض کہ عہد صحابہ میں تاویل کا لغوی معنی تو استعمال کیا جاتا ہی تھا اس کے ساتھ ساتھ اگر مصلحت عامہ کسی بات کا تقاضہ کرتی تو اس میں عقل اور اجتہاد کا استعمال کر کے نصوص کے معنی کی تخصیص بھی کردی جاتی۔

عہد صحابہ میں تاویل کی دوسری مثال حاملہ عورت کی عدت کا مسئلہ ہے۔ سورۂ طلاق کی آیت نمبر ۴ میں ہے کہ حاملہ عورت کو اگر طلاق ہوجائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۴ میں ہے کہ جس عورت کا شوہر وفات کر گیا ہو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ یہ دونوں آیتیں اپنے معنی میں بالکل واضح ہے اور انھیں الگ الگ سمجھنے میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے۔ دشوراری اس وقت آئی جب یہ سمجھنے کی کوشش کی گئی کہ حاملہ عورت کا اگر شوہر وفات کر جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہوگی یا چار مہینے دس دن؟ اس دشواری کی وجہ یہ ہے کہ حاملہ ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش کے بعد عورت کی عدت پوری ہوجائے گی، خواہ شوہر کی وفات کے ایک مہینہ بعد بچہ کی پیدائش ہو یا پانچ یا سات مہینوں بعد پیدائش ہو۔ بلفظ دیگر اگر شوہر کی وفات کے فورا بعد بچہ کی پیدا ئش ہوجائے یا کچھ مہینوں کے بعد، ہر صورت میں بچہ کی پیدائش کے بعد عدت پوری ہوگی، جبکہ دوسری طرف اگر شوہر کی وفات ہوتی ہے تو اس کے لئے عورت کو چار مہینے دس دن کی

عدت پوری کرنی ضروری ہوگی۔ اگر عورت حاملہ ہو اور اس کے شوہر کی بھی وفات ہو جائے تو وہ کون سی صورت اپنائے گی؟ کیا اسے چار مہینے دس کی عدت پوری کرنی پڑے گی یا بچہ کی پیدائش والی عدت؟ بظاہر اس مسئلہ میں تعارض نظر آتا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس مسئلہ کی ایسی تشریح کی کہ مسئلہ کی نوعیت واضح ہوگئی اور ظاہری اشکال بھی دور ہو گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسی صورت میں ابعد الاجلین یعنی جس کی عدت کے لیے زیادہ انتظار کرنا ہوگا وہی اس عورت کی عدت ہوگی۔ بلفظ دیگر حاملہ عورت کے شوہر کی اگر وفات ہو جائے اور اس کے بچہ کی پیدائش چار مہینے دس دن سے پہلے ہو جائے تو اسے چار مہینے دس دن پورے کرنے پڑیں گے۔ اسی طرح وفات کی صورت میں چار مہینے دس دن پورے تو ہو گئے مگر بچہ کی پیدائش نہیں ہوئی تو صرف چار مہینے دس دن کافی نہیں ہوں گے اس عورت کو بچہ کی پیدائش کا انتظار کرنا پڑے گا۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی دانشمندی سے ایسی تاویل پیش کی کہ دونوں آیتوں میں موجود ظاہری تعارض دور ہو گیا۔ (۶) اس توضیح میں فقہا مذاہب کا اختلاف ہے جو میرا موضوع بحث نہیں ہے، مجھے اس قدر ثابت کرنا تھا کہ ظاہری طور پر متعارض نصوص میں صحابہ کرام کی ایسی تشریح موجود ہے جس سے مسئلہ کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے۔

تابعین کے عہد میں تاویل اور توجیہ کی مثال:

تابعین کے زمانہ میں نصوص میں تاویل کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں، اس کے اسباب یا تو نص میں اشکال تھا یا زمانہ کے حالات میں تبدیلی تھی۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے:

”عن انس بن مالك قال: غلا السعر بالمدين على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال الناس: يارسول الله غلا السعر، فسعر لنا، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان الله هو المسعر القابض، الباسط، الرزاق، وانی لارجوا ان القى الله تعالى وليس احد منكم يطلبنی بمظلم فی دم ولا مال۔“ (۷)

امام ترمذی نے حضرت انس کے حوالہ سے یہ روایت ذکر کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے چیزوں کی قیمت بڑھ جانے کی شکایت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ چیزوں کی قیمت آپ متعین فرما دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی تمام چیزوں کی قیمتوں کو کنٹرول کرتا ہے اور وہی رازق ہے۔ آپ میں سے کوئی بھی مجھ سے کسی طرح کے ظلم کا سوال نہ کرے۔

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بازار میں موجود اشیا کی قیمتوں کو متعین کرنے سے گریز کیا، لہذا کسی حکومت کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ اشیا کی قیمت متعین کرے۔ مگر جب زمانہ بدلا اور لوگوں کی مصلحتیں بدل گئیں تو تابعین کی ایک جماعت (جن میں سعید بن مسیّب اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن سر فہرست ہیں) نے بازار میں موجود اشیا کی قیمتوں کو متعین کرنا جائز قرار دیا اور انہوں نے مذکورہ حدیث میں تاویل کی۔ ان کے اس تاویل کی وجہ یہ تھی کہ حدیث میں خصوصی مصلحت یعنی تاجروں کے فائدہ کو مدنظر رکھا گیا تھا جو کہ عہد رسالت میں صحیح تھا مگر عہد تابعین کے زمانہ میں اس کا ٹکراؤ لوگوں کی عام مصلحتوں سے ہو رہا تھا، جس سے عام لوگوں کو نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ لہذا مصالح عامہ کے پیش نظر تابعین کی اس جماعت نے نص میں ظاہری تعارض کو ملاحظہ کیا اور اس کی تشریح کرتے ہوئے اس کے ظاہری تعارض کو دور کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ حدیث عمومی احوال اور ہر زمانہ کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں ظلم کو روکنے کی تلقین ہے، لہذا اگر تاجروں کی جماعت ذخیرہ اندوزی شروع کر دے اور بازار پر اپنا قبضہ کر کے جب مرضی ہو قیمتوں میں کمی بیشی کرنے لگیں تو حکومت وقت پر ضروری ہے کہ وہ اشیا کی قیمتیں متعین کر دے اور ایسا کرنا حدیث مذکور کے عین مطابق ہوگا، کیوں کہ اس میں ظلم کو روکنا ہے۔ (۸) یہی امام مالک کا مذہب بھی ہے۔ (۹)

غرض کہ خاص اور عام مصالح میں تعارض کی بنیاد پر تابعین نے حدیث کی ایسی تشریح اور تاویل کی جس سے ظاہری تعارض دور ہو گیا۔

ائمہ مجتہدین اور تاویل و تشریح:

تابعین کے بعد اگر ائمہ مجتہدین کے نظریہ اور ان کے علمی کارناموں کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے تاویل وتشریح اور توجیہ کا استعمال کثرت کے ساتھ کیا ہے۔ ان کے نزدیک قیاس اور اجتہاد کا باب تاویل وتشریح سے پوری طرح مربوط ہے۔ ذیل میں امام اعظم ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ)، امام مالک (م ۱۷۹ھ)، امام شافعی (۲۰۴ھ)، اور امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کے نظریات کی بعض مثالیں پیش کی جاتی ہیں جہاں انھوں نے نص میں تاویل، توجیہ اور تشریح کی ہے:

امام اعظم اور تاویل:

حدیث میں ہے جب غیلان بن سلمہ نے اسلام قبول کیا تو ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”امسك منهن اربعا، و فارق سائرهن“(۱۰)

چار عورتوں کے علاوہ سب کو طلاق دے دو۔

بظاہر اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چار عورتوں سے نکاح باقی رہے گا اور باقی کو طلاق دے دی جائے گی، جبکہ امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کا معنی از سر نو نکاح کرنا ہے۔ چار عورتیں اگر رکھی بھی جائیں تو ان سے دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ (۱۱)

اسی طرح فیروز دیلمی نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے زیر نکاح دو بہنیں تھیں، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”أمسك احداهما و فارق الاخرى“

ایک بہن کو طلاق دے دو اور ایک کو اپنی نکاح میں رکھ لو۔

اس حدیث کا بھی معنی امام ابو حنیفہ نے از سر نو نکاح کرنا کہا ہے۔ جبکہ امام شافعی ان دونوں ہی حدیثوں کو اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں اور دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ (۱۲)

اسی طرح حدیث: ”أيما امرأة نكحت بغير اذن مواليها فنكاحها باطل“ (۱۳)

جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے۔

اس حدیث میں احناف نے اولاً تو یہ کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے اور ثانیاً اگر یہ صحیح ہے تو اس سے مراد باندی یا کم عمر یا بے عقل عورت ہے۔(۱۴) اس تاویل میں حدیث کے عام مفہوم کی تخصیص ہے۔

امام مالک اور تاویل:

حدیث میں ہے: ”لا یخطب الرجل علی خطب اخیہ“ (۱۵)
جب ایک شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے تو کوئی دوسرا شخص اسی عورت کو پیغام نکاح نہ دے۔

امام مالک نے فرمایا کہ لوگوں نے اس حدیث کا مطلب غلط سمجھ لیا ہے کہ اگر کسی نے کسی عورت کو محض پیغام نکاح دیا تو دوسرا اسے پیغام نہیں دے سکتا۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب ایک شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دے، وہ عورت اس رشتہ کو قبول کرنے کی طرف مائل ہو، دونوں مہر پر بھی متفق ہو جائیں، باقی دیگر شرائط پر بھی دونوں کا اتفاق ہو جائے تو اب کسی دوسرے شخص کو اسی عورت کو پیغام دینا جائز نہیں ہوگا۔(۱۶) امام مالک نے حدیث کا ظاہری معنی کے خلاف قول کیا ہے جو تاویل کی ایک قسم ہے۔

امام شافعی اور تاویل:

”عن أبی هريرة أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نهى عن الصلاة بعد العصر حتى تغيب الشمس وعن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس۔“ (۱۷)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد سے سورج کے طلوع ہونے تک نماز ادا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا عام معنی یہ ہے کہ ان دو وقتوں میں ہر طرح کی نماز کی ادائیگی حرام ہے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی

خاص نماز کی ادائیگی سے منع فرمایا ہے۔مزید فرمایا کہ اس حدیث میں عام اور خاص دونوں معنی کا احتمال ہے،لہذا خاص معنی لینے کے لیے کسی قرینہ کی ضرورت پڑے گی۔اس کے بعد امام شافعی نے معنی کی تخصیص کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ان دو وقتوں میں صرف نفل نماز کی ادائیگی سے منع کیا گیا ہے۔نفل نماز کی تخصیص پر قرینہ اور دوسری دلیل امام شافعی نے دی ہے۔(۱۸)

ہمارے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ امام شافعی نے ایک حدیث کے عام معنی میں تخصیص کی جو تاویل کی ایک قسم ہے۔

امام احمد بن حنبل اور تاویل:

حدیث میں ہے:

”لا تصوموا حتی تروا الھلال، لا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ۔“ (۱۹)

رمضان کا روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک کہ رمضان کا چاند نظر نہ آجائے، عید اس وقت تک نہ کرو جب تک کہ شوال کا چاند نظر نہ آجائے،اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی پوری کرلو۔

حنبلی فقہ کے علما نے اس حدیث میں فاقدروا لہ کی تاویل کی ہے اور انہوں نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ اگر انتیسویں شعبان کو مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو تیسویں شعبان ہی کو رمضان کا پہلا روزہ رکھا جائے گا۔امام ابن قدامہ حنبلی (م۶۲۰ھ) نے یہی موقف اپنے حنبلی شیوخ اور چند صحابہ اور تابعین کا ذکر کیا ہے۔(۲۰) جبکہ جمہور کے نزدیک فاقدروا لہ کا معنی شعبان کے مہینہ کے تیس روز مکمل کرنا ہے۔

نصوص میں تاویل،تشریح،اور توجیہ کی یہ مثالیں قرون اولیٰ کی ہیں۔یہ سلسلہ عہد حاضر تک قائم ہے۔اہل علم اپنے پیش رو علما کی روایت پر عمل کرتے ہوئے آج بھی کسی غیر واضح عبارت یا بظاہر متعارض اقوال کی توجیہ وتشریح اور ان میں تطبیق دینے کے لئے انہیں مذکورہ طریقوں کا استعمال کرتے ہیں جس سے اگر کسی کے ذہن میں کوئی خلجان ہو تو دور ہو جا

تا ہے اور بظاہر دو متضاد عبارتوں کی تشریح ہو جاتی ہے۔مفتی مبشر صاحب کی کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ اہلسنت کے دو عظیم پیشوا کے بظاہر متعارض اقوال کی توجیہ وتشریح اور اس کی تاویل پیش کر کے دونوں قول میں تطبیق دینے کی بہترین کوشش کی ہے۔مجھے یہ لکھنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ مفتی مبشر صاحب کی یہ کوشش اسلاف واکابر کے کوشش کی آئینہ دار ہے اور ان کی کتاب علم روایت اور درایت کی عکاس ہے۔پروردگار عالم سے دعا ہے کہ اس کتاب کو نفع بخش بنائے۔

مصادر وحوالے

۱۔ابن منظور لسان العرب، باب اللام فصل الھمزہ، مادہ اول، جلد ۱۱، صفحہ ۲۳۔۳۴، دار صادر، بیروت، لبنان، سن اشاعت ۱۹۵۶ء

۲۔علاالدین احمد بخاری، کشف الاسرار عن اصول فخر الاسلام البز دوی، جلد ۱، صفحہ ۶۸، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، سن اشاعت ۱۹۹۷ء

۳۔ابو بکر محمد بن احمد سرخسی، اصول السرخسی، جلد ۱، صفحہ ۱۲۷، دار المعارف النعمانیہ، حیدر آباد، ہندوستان۔

۴۔امیر بادشاہ، تیسیر التحریر، جلد ۱، صفحہ ۱۴۳ دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔

۵۔قاضی ابو یوسف، کتاب الخراج، صفحہ ۱۲۵، دار المعرفہ، بیروت، لبنان۔

۶۔یہ موقف حضرت علی کے علاوہ دیگر کئی صحابہ کا بھی ہے اور فقہا کا اس میں اختلاف بھی ہے۔تفصیل کے لئے فقہ کی کتابیں دیکھی جائیں۔حضرت علی کی روایت سنن ابی داوود اور دیگر سنن وآثار کی کتابوں میں موجود ہیں۔

۷۔یہ روایت صحیح بخاری کے علاوہ صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داوود، سنن نسائی، اور سنن ترمذی کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے۔میں نے سنن ترمذی کی روایت نقل کی ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے سنن ترمذی کتاب البیوع۔

۸۔ڈاکٹر فتحی درینی، المناھج الاصولیہ فی الاجتھاد بالرای فی التشریع الاسلامی، صفحہ ۱۸۰۔۱۸٤، الشرك المتحده للتوزيع، دمشق، شام، سن اشاعت ۱۹۸۵ء

۹۔یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر، الکافی فی فقہ اہل المدینہ، باب التسعیر، جلد ا، صفحہ ۳۶۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، سن اشاعت ۱۴۰۷ھ

۱۰۔امام مالک، الموطا، کتاب الطلاق، باب جامع الطلاق، صفحہ ۵۸۶، مطبع اور سن اشاعت درج نہیں۔

۱۱۔ ابو حامد الغزالی، المنخول، صفحہ ۱۷۸/المرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح، جلد ۶، صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، سن اشاعت ۲۰۰۱ء

۱۲۔المرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح، جلد ۶، صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، سن اشاعت ۲۰۰۱ء

۱۳۔امام ابوداؤد، سنن أبی داؤد، کتاب النکاح، باب الولی، حدیث نمبر ۲۰۷۸

۱۴۔زین الدین ابن نجیم، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، جلد ۳، صفحہ ۱۹۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، سن اشاعت ۱۹۹۷ء

۱۵۔محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخطب علی خطبۃ اخیہ حتی ینکح او یدع، حدیث نمبر 78۔ یہ حدیث اس کے علاوہ حدیث کی اور بھی دیگر کتابوں میں موجود ہے۔

۱۶۔امام مالک، الموطا، کتاب النکاح، باب ما جا فی الخطب، صفحہ ۵۲۳۔۵۲۴ مطبع اور سن اشاعت درج نہیں۔

۱۷۔ابوعیسی ترمذی، سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر ۱۸۳۔

۱۸۔محمد بن ادریس شافعی، الرسالہ، صفحہ ۳۱۶۔۳۲۴، مطبع مصطفٰی البابی الحلبی واولادہ، مصر، سن اشاعت ۱۹۳۸ء

۱۹۔محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الصوم، حدیث نمبر 130۔ یہ روایت حدیث کی ایک سے زیادہ کتاب میں موجود ہے مگر میں نے صحیح بخاری کے حوالہ سے درج کیا ہے۔

۲۰۔ابن قدامہ مقدسی، المغنی، جلد ۳، صفحہ ۶، دارالفکر، بیروت، لبنان، سن اشاعت ۱۴۰۵ھ

☆☆☆

تصدیق

بقیۃ السلف خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ایوب نعیمی دام ظلہ العالی
شیخ الجامعۃ النعیمیۃ دیوان بازار مرادآباد یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
احب وارشد مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ
خیریت طرفین مطلوب!

آپ کا رسالہ ”حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم“ نظر سے گزرا، پورا پڑھنے کا موقع تو نہ ملا، بعض بعض مقام کو دیکھا طبیعت خوش ہوگئی، اچھی تحقیق فرمائی ہے۔ اسی طرح عوام کے فائدے کے لئے لکھتے رہیں تاکہ دین کی باتیں جاہلوں تک پہنچتی رہیں اور بلغوا عنی ولو آیۃ پر عمل ہو۔

دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل توفیق عطا فرمائے اور خدمات کو اپنی رضا کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سید الکریم علیہ وعلی آلہ الصلاۃ والتسلیم

والسلام
فقیر محمد ایوب نعیمی غفرلہ
مورخہ ۷/صفر ۱۴۴۴ھ، مطابق ۴/ستمبر ۲۰۲۲ء
شیخ الجامعۃ النعیمیۃ مرادآباد یوپی

تصدیق

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ سید کفیل احمد دام ظلہ العالی
استاذ و مفتی مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف، یوپی

۹۲/۸۶ء

حامداً و مصلیاً و مسلماً

سائل کو مجدد اعظم حضور اعلیٰ حضرت اور حضور تاج الشریعہ علیہم الرحمۃ کے جن جوابات میں تعارض نظر آ رہا ہے اس کا جواب حضرت مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی صاحب قبلہ نے بہت عمدہ اور تحقیقی مدلل و مفصل مع توضیحات وتشریحات کے جواب تحریر فرما دیا ہے جو مسائل کے تمام شکوک وشبہات کے دفع کے لیے کافی ووافی ہے جیسا کہ حضرت مجیب نے اس کے آخر میں اس کا ماحصل ذکر کر کے تمام اعتراضات کا باب ہی بند کر دیا اور اس سے یہی ظاہر و ثابت ہے کہ حضور مجدد اعظم علیہ الرحمہ نے عام انسانوں کو اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی اور جانشین مفتی اعظم ہند سرکار تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے خواص کو اہل اللہ کو منع نہیں فرمایا، لہٰذا اس کا یہی صحیح جواب ہے۔

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر قادری سید کفیل احمد عفی عنہ
خادم الافتاء منظر اسلام بریلی شریف

تصدیق

خلیفہ حضور تاج الشریعہ اشرف الفقہا قاضی مہاراشٹر
حضرت علامہ مفتی اشرف رضا قادری مصباحی مفتی وقاضی ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی ونسلم علی عبده ورسوله سیدناومولانا محمد المصطفی

فاضل گرامی فقیہ ملت قاضی ومفتی محمد مبشر رضا ازہر رضوی مصباحی صدر مفتی نوری دارالافتا بھیونڈی وشیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا الجامعۃ الرضویہ کلیان حفظہ اللہ الحفیظ نے اپنے رسالہ نافعہ ''حدیث عشق کی تحقیق وتفہیم'' میں استدلال کا ہمالہ ثبت فرمایااور تحقیق کی گنگا بہادی ہے۔کتاب پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی اور طبیعت باغ باغ ہوگئی۔امام اہل سنت اعلی حضرت مجدد اعظم سیدنا ومولانا امام احمد رضا قادری محقق بریلوی ووارث علوم اعلی حضرت جانشین مفتی اعظم ہند،مرشد گرامی تاج الشریعہ وقاضی القضاۃ فی الہند مولانا اختر رضا خان ازہری فقیہ اعظم ہند رحمہما اللہ الرحمن الرحیم و رضی عنہما و عنابہما کے دو فتاوی کے درمیان بظاہر تعارض کو اپنی فقہی بصیرت ونور علم سے دفع فرما کر دونوں کے مواقع کو اظہر من الشمس و ازہر من الورد کردیاہے۔ بارك الله الرحمن الرحيم فی عزه وعمره وعلمه وعمله برکة وافرة بحرمة حبيبه ومحبوبه و محبه سيدنا ومولانامحمد النبی الامی والرسول العربی الحبيب المحبوب العالی القدر العظيم الجاه عليه وعلی آله وصحبه و علينامعهم اعلی الصلوات واولی التسليمات واعظم البرکات واکرم التحيات الف الف الف مرة فی کل لمحة ولحظة الی يوم الدين

عبدالمصطفی اشرف رضا صدیقی قادری نوری مصباحی
مفتی وقاضی ادارشرعیہ مہاراشٹر ممبئی ۸-
۲۲ر محرم الحرام ۱۴۴۴ھ/۲۳ر اگست ۲۰۲۲ء

تصدیق

محقق رضویات حضرت ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد دام ظلہ
قاضی شریعت مرکزی ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار

حامداً و مصلیاً و مسلماً

واٹس ایپ پر ''حدیث عشق کی تحقیق وتفہیم'' کی پی ڈی ایف فائل نظر نواز ہوئی۔کتاب دیکھ کر مسرت ہوئی کہ فقیہ النفس استاذ گرامی حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مدظلہ العالی کی تربیت اوران کے خوان علم سے حاصل کی ہوئی توانائی الحمدللہ کام آرہی ہے۔فتاوی رضویہ اور حضورتاج الشریعہ کے فتاوی میں تعارض ظاہر بینوں کونظر آسکتا ہے مگر جولوگ حقائق کی تہوں میں اترنے اورمسئلہ کے ہر پہلوتک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں انہیں کوئی تعارض نظرنہیں آسکتا۔نوجوان محقق مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی کی یہ کتاب اس اجمال کی محققانہ تفصیل ہے فقیراس وقت عرس رضوی کے موقع پرغیر معمولی تحریری مصروفیات کے سبب پورارسالہ پڑھنے سے معذورہے، پھربھی چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھا،جس سے اندازہ ہواکہ مرتب رسالہ نے اعلی حضرت اورتاج الشریعہ علیہما الرحمہ کے دوفتوؤں کے درمیان ظاہری تعارض وتضاد کودفع کرنے میں جوکوشش وسعی فرمائی ہے مؤلف گرامی اس میں کافی حدتک کامیاب ہیں،فقیراس کی تائید وتصدیق کرتاہےاوردعاگوہے کہ مولیٰ تعالیٰ اسے مشکورفرمائے اورانہیں دارین کی سعادتوں سے مالامال فرمائے۔آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبہ سیدالمرسلین۔

امجد رضا امجد
قاضی شریعت مرکزی ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار
۱۳؍صفر المظفر ۱۴۴۴ھ

تصدیق

خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی زبیر عالم صدیقی دام ظلہ العالی
شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ عربی کالج آزادنگر پورنیہ بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمده ونصلی علی حبیبه الکریم

عاشق کا معنی جانب بشر والا ہو تو ذات باری پر اس کا اطلاق ناجائز-- یہی اعلی حضرت عظیم البرکت کے فتوی سے مستفاد--
اور اگر عاشق کا معنی جانب بشر والا نہ ہو تو ذات باری کے لیے استعمال میں حرج نہیں -- یہی حضور تاج الشریعہ کے کلام سے ظاہر -- تو اب تعارض کہاں رہا-- ماشاء اللہ -- سبحان اللہ انداز بیان بہت خوب ہے--

خدا کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

تحریر دلائل سے بھر پور ہے-- دفع تعارض کا دوسرا پہلو احوال زمانہ کی رعایت-- اس کو بھی آپ نے مثالوں سے سجایا ہے -- حدیث قدسی کی استنادی حیثیت پر آپ نے خوب لکھا ہے اور حدیث ضعیف کا مرتبہ کیا ہے علماء کے اقوال سے مزین کر کے خوب واضح کر دیا ہے- غرض کہ ہر حیثیت سے یہ کتاب قابل مطالعہ ہے-- اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آپ سے دین مستقیم کا خوب کام لے اور عمر و علم میں ترقی عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم- فقط والسلام

محمد زبیر عالم صدیقی
شیخ الحدیث دار العلوم محمدیہ عربی کالج آزادنگر پورنیہ بہار
۱۵ ر صفر المظفر ۱۴۴۴ھ/۱۳ ر ستمبر ۲۰۲۲ء بروز منگل

تصدیق

حضرت مفتی محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی/حضرت محمد کونین نوری مصباحی دام ظلہما العالی
استاذ و مفتی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

محبّ گرامی فاضل محقق مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی زید علمہ واقبالہ صدر مفتی نوری دارالافتاسنی جامع مسجد کوٹر گیٹ بھیونڈی وشیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ کلیان کی نئی تالیف ''حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم'' کی پی ڈی ایف کاپی اس وقت میرے پیش نظر ہے، موصوف نے فتاوی رضویہ اور فتاوی تاج الشریعہ کے ایک اہم مسئلہ کے تناظر میں یہ رسالہ ترتیب دیا ہے۔ رسالہ کے بعض مندرجات کو پڑھا، پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا، مرتب موصوف نے تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ فتاوی رضویہ اور فتاوی تاج الشریعہ کے جس گوشے کو اجاگر کیا ہے دلائل و براہین سے خوب مزین کیا ہے فقیر اس کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رسالہ کے مرتب و معاونین کو دین و دنیا میں خیر عطا فرمائے اور دین متین کی مزید خدمت کرنے کی توفیق بخشے آمین بجاہ سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقط والسلام

محمد مجاہد حسین رضوی مصباحی — صدر و مفتی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد یوپی

محمد کونین نوری مصباحی — استاذ و مفتی دارالعلوم غریب نواز الہ آباد یوپی

۱۹؍صفر المظفر ۱۴۴۴ھ/ ۱۷؍ستمبر ۲۰۲۲ء بروز سنیچر

تصدیق

فاضل علوم اسلامیہ مفتی مشتاق احمد امجدی زید مجدہ
ازہری دارالافتا و امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک

اس وقت میرے پیش نگاہ فاضل محقق مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی دام فیضوہم کا تحریر کردہ مبسوط فتویٰ بشکل رسالہ ''حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم'' تصدیق کے لیے حاضر ہے، واٹس ایپ پر پورا رسالہ باصرہ نواز ہوا، فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ تاج الشریعہ کے مذکورہ دو فتوں میں واردشدہ تعارض کے دفاع میں حضرت مجیب نے نہایت محققانہ اور فقیہانہ انداز میں معتدل راہ اختیار فرمائی ہے۔ جس سے دو فتوں کا ظاہری تعارض ہباءً منثوراً ہو جاتا ہے، اس فتویٰ کے معتمد ہونے کے لیے یہی بس ہے کہ شہزادۂ تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری قاضی القضاۃ فی الہند دامت برکاتہم العالیہ نے اس کی تصدیق فرمادی ہے۔ اس عظیم کاوش پر ہم انہیں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت سے نوازے، حضرت مجیب کی اس فقہی کدو کاوش کو اپنی رضا کا سبب بنائے اور جزائے خیر سے سرفراز فرمائے۔

دعا گو و دعا جو
مشتاق احمد امجدی غفرلہ
خادم: ازہری دارالافتا، ناسک
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۴۴ھ

وہ حضرات جنھوں نے کوئی تحریر نہیں بھیجی مگر اپنی تصدیق سے نوازا

● فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی دام ظلہ العالی
''ہاں امام احمد رضا قدس سرہ اور حضرت تاج الشریعہ کے فتاوی میں حقیقی تعارض نہیں ہے''

● حضرت علامہ مفتی شبیر احمد صدیقی، قاضی شریعت ادرۂ شرعیہ گجرات احمد آباد
الجواب صحیح والمجیب نجیح

● حضرت مفتی مظفر حسین رضوی نور اللہ مرقدہ، دار العلوم تنظیم المسلمین بائسی پورنیہ
الجواب صحیح والمجیب نجیح

● حضرت مفتی ضمیم احمد مصباحی رضوی، دار العلوم احمد یہ بغدادیہ شطرنجی پورہ ناگپور
باسمہ تعالیٰ الجواب صحیح والمجیب نجیح

● حضرت مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی مدرسہ عربیہ اہل سنت منظر اسلام التفات گنج ٹانڈہ
الجواب صحیح والمجیب نجیح

● حضرت مفتی افتخار احمد مصباحی استاذ ومفتی دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات
الجواب صحیح والمجیب نجیح

● مفتی محمد نذر الباری جامعی استاذ ومفتی جامع اشرف کچھوچھہ مقدسہ
''ماشاء اللہ، الحمد للہ بہت عمدہ تطبیق اور حدیث عشق کی نہایت ہی نفیس تحقیق نے پیش کی ہے

● حضرت مفتی شہروز عالم اکرمی دارالعلوم قادریہ حبیبیہ فیل خانہ ہوڑہ بنگال

الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح و مثاب

● حضرت مفتی محمد اعظم رضا مصباحی استاذ جامعۃ المدینہ فیضان کنزالایمان ممبئی

الجواب صحیح والمجیب نجیح

● حضرت مفتی ولی اصغر وحیدی دارالعلوم شیخ احمد کھٹو سرخیز احمد آباد گجرات

الجواب صحیح والمجیب نجیح

● حضرت مفتی شاکر رضا قادری مصباحی جامعۃ الرضا اون سورت گجرات

الجواب صحیح والمجیب نجیح

الاستفتاء

از: مفتی ابرار احمد قادری مصباحی پورنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مفتی صاحب قبلہ.......................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت عالیہ میں عرض یہ ہے کہ ''فتاویٰ رضویہ'' اور'' فتاویٰ تاج الشریعہ'' کے ایک فتوی میں فقیر کو بظاہر تعارض نظر آتا ہے، اس کے ازالے کے لیے یہ سوال حاضر خدمت ہے۔ امید کہ تشفی بخش جواب عنایت فرما کر ہماری الجھن کو دور فرمائیں گے۔

سوال یہ ہے کہ امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ سے استفتا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا معشوق کہنا جائز ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہیں اور ایسا لفظ بے ورود ثبوت شرعی حضرت عزت کی شان میں بولنا ممنوع قطعی۔ ردالمحتار میں ہے: ''مجرد ایھام المعنیٰ المحال کافٍ فی المنع'' [فتاوی رضویہ مترجم ج۲۱، ص۱۱۴]

اسی طرح قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری نور اللہ مرقدہ سے استفتا ہوا کہ خداوند قدوس کی شان اقدس میں عاشق ومعشوق، حاضر وناظر اور لاابالی جیسے الفاظ بولے جاسکتے ہیں یا نہیں تو اس کے جواب میں آپ رقم طراز ہیں:

''اور عاشق و معشوق میں حرج نہیں جب کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں اور حاضر و ناظر کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے ناجائز ہے، جب کہ حضور سے حضور مکانی اور نظر سے آنکھ سے دیکھنا مراد نہ لیں ورنہ یہ بھی کفر ہے اور بعض فقہاے کرام نے اسی لیے اس کو کفر بتایا، اگر چہ مختار یہی ہے کہ کفر نہیں۔ حضور بمعنی علم اور نظر بمعنی مطلق رویت شائع ہے در مختار میں ہے:"یا حاضر ویاناظر لیس بکفرٍ،،۔ ردالمحتار میں ہے : فان الحضور بمعنی العلم شائع (مایکون من نجوی ثلاثة الا هورابعهم (المجادلة) والنظر بمعنی الرؤية (الم یعلم بان الله یریٰ (العلق) فالمعنی یاعالم من یری بزازیه،،۔ لاابالی کا اطلاق سوءادب کفر۔'' [فتاوی تاج الشریعہ ج۱، ص۱۷۱]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز اور قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری قادری علیہ الرحمۃ کے جوابات کے درمیان شدید تعارض نظر آتا ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس کا تشفی بخش مدلل جواب عنایت فرما کر ہماری الجھن کو دور فرمائیں۔ نوازش ہوگی!

سائل

محمد ابرار احمد قادری مصباحی بن محمد ظہیر الحق

ساکن: ٹی ٹی ہا، پوسٹ دھسمل ہاٹ، ضلع پورنیہ بہار

خطیب و امام: اکبری مسجد اوجھر ناسک مہاراشٹر

۲۱ / ربیع النور شریف ۱۴۴۳ھ / ۲۸ / اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات

بسم الله الرحمن الرحيم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ

الجواب ـــــــــــــ اللھم ہدایۃ الحق والصواب

فتاویٰ رضویہ کی عبارت کہ:''لفظ عاشق کا اطلاق ذات باری پر ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے''اور فتاویٰ تاج الشریعہ کی عبارت کہ'' ذات باری پر عاشق ومعشوق (کے اطلاق) میں حرج نہیں جب کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں''۔ دونوں عبارتوں پر غور وخوض کرنے سے قبل اردو زبان کے چند معروف لغات میں لفظ''عشق''اور''عاشق''کے معانی ملاحظہ فرمائیں!

عشق وعاشق کا لغوی معنی:

اردو زبان کی معروف لغت''فرہنگ آصفیہ''میں لفظ''عشق''کے درج ذیل معانی مرقوم ہیں:

[۱] کسی چیز کو نہایت دوست رکھنا، از حد محبت، پریم، موہ، پریت [۲] شوق، آرزو، تمنا، خواہش، رغبت [۳] عادت، لت، دھت [۴] ایک ستم کا جنون وسودا جو خوبصورت آدمی کے دیکھنے سے ہو جاتا ہے۔ [۵] سلام، رخصت، شاباش، آفرین، واہ، واہ۔

فرہنگ عامرہ میں ہے:

چاہنے والا۔

لغاتِ کشوری میں ہے:

عاشق کا معنی: عشق رکھنے والا، چاہنے والا۔

اردو زبان کی مشہور لغت فیروز اللغات میں لفظ ''عاشق و معشوق'' کے درج ذیل معانی مرقوم ہیں:

[۱] چاہنے والا، محبت کرنے والا، طالب، فریفتہ، پسند کرنے والا [۲] عارف، کامل [۳] بےفکر، بے پرواہ، غافل، مدہوش [۴] وہ پرزہ جو گھنڈی کی طرح گلے میں ڈالا جاتا ہے۔

عاشق و معشوق: [۱] یار و آشنا، پریمی، [۲] پکے یار، گہرے یار، لازم و ملزوم

عاشق ہونا: کسی پر فریفتہ ہونا، کسی سے محبت کرنا۔

المنجد میں ہے:

عَشقَه عِشقاً و معشقاً بہت محبت کرنا، محبت میں حد سے بڑھ جانا۔

اسی میں ہے:

العَشق: محبت کی زیادتی، پارسائی اور غیر پارسائی دونوں طرح ہوتا ہے۔

المعجم الوسیط میں ہے:

(عشِقه) عِشقا، وعَشقاً و معشقاً احبه اشد الحب فهو عاشق و هی عاشق وعاشقة

لفظ عاشق کے دونوں معانی کا حکم:

مذکورہ لغات میں لفظ عاشق و عشق کے دو طرح کے معانی معلوم ہوئے: ایک معنی وہ ہے جس کا اطلاق ذات باری پر محال قطعی ہے اور دوسرا معنی وہ ہے کہ جس کا اطلاق محال نہیں۔ اس اجمال کے بعد اب تفصیل ملاحظہ فرمائیں!

لفظ ''عاشق'' کے معانی: بےفکر، بے پرواہ، غافل، مدہوش، فریفتہ ہونا، محبت میں

حد سے بڑھ جانا، جنون اور عرف میں عاشق و معشوق کے یہ معانی معروف بھی ہیں تو عاشق سے اگر یہی معانی مراد ہوں تو اس کا اطلاق ذات باری پر قطعاً محال و ممنوع ہوگا۔ امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فتوی کا مطلب یہی ہے کہ لفظ عاشق کا اطلاق ان معانی کے اعتبار سے ہو جو محال ہیں تو ذات باری پر ممنوع و ناجائز ہے۔

علامہ یوسف بن ابراہیم الاردبیلی [المتوفی ۷۷۹] الانوار لاعمال الابرار میں لکھتے ہیں:

”لو قال أنا اعشق لله أو يعشقنى فمبتدع و العبارة الصحيحة أن يقول أحبه و يحبنى كقوله تعالىٰ يحبهم و يحبونه“

[الانوار لاعمال الابرار ج: ۳ ص: ۲۸۶ کتاب الرد، المطبع دارا لضیاء]

یعنی اگر کوئی شخص کہے میں اللہ تعالی سے عشق رکھتا ہوں یا وہ مجھ سے عشق رکھتا ہے تو وہ بدعتی ہے، لہٰذا صحیح عبارت یہ ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ”اللہ تعالی ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ لوگ اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہیں۔“

اسی معنی کے اعتبار سے شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی نور اللہ مرقدہٗ نے بھی فرمایا ہے:

”امتی اپنے اعتبار سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دل بر، دل ربا، معشوق کہہ سکتا ہے۔ عرف عام میں ان تینوں کے معنی محبوب کے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان تینوں میں سے کسی کا اطلاق صحیح نہیں۔ یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم؛ اللہ تعالیٰ کے دل بر، دل ربا، معشوق ہیں، اس لیے کہ دل بر، دل ربا کہنے میں باری تعالیٰ کے لیے ایہام تجسم ہے اور معشوق کہنے میں اثبات نقص، کیوں کہ عشق کا حقیقی معنی محبت کی وہ منزل ہے

جس میں جنون پیدا ہو جائے۔''

[فتاویٰ شارح بخاری ج۱،ص۲۸۱]

اور ان معانی کے اعتبار سے جو اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں نہ ہو بلکہ ان معانی کے اعتبار سے جو محال نہیں ہیں تو ممنوع نہیں ہوگا۔

لفظ عاشق کے دوسرے معانی کسی چیز کو نہایت دوست رکھنے والا، عشق و عاشق کے یہی معانی عرفاء کے یہاں معروف بھی ہیں۔

جانشین حضور مفتی اعظم ہند وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہٗ کا فتوی کہ ''عاشق و معشوق میں حرج نہیں جب کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں'' اپنی جگہ بالکل صحیح و درست ہے۔ ہاں اگر وہ معنی مراد لیں جو ماقبل میں مذکور ہوئے تو عاشق کا اطلاق ذات باری پر درست نہیں جو فتاوی رضویہ کا مفہوم ہے۔

اگر غور کیا جائے تو مذکورہ دونوں حکم خود حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتوی میں موجود ہیں، البتہ ایک حکم (جواز) حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتوی کی عبارت النص سے متبین ہے اور دوسرا حکم (عدم جواز) فتوی کی اشارۃ النص سے، اور حکم خواہ دلالة النص سے ثابت ہو یا اشارة النص سے دونوں ہی فقہیات میں معتبر ہیں۔

فتوی کی عبارة النص سے ذات باری تعالیٰ پر لفظ عاشق کے اطلاق پر جواز کی وضاحت:

فتوی میں ہے کہ ''عاشق و معشوق میں حرج نہیں جب کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں۔'' اور یہ حکم اس فتوی میں صریح ہے اور جو عبارت کسی حکم کو بیان کرنے کیے لیے پیش کیا جائے اور وہی مراد ہو اور وہ حکم ظاہر ہو تو اس کو عبارۃ النص کہتے ہیں:

عبارة النص: '' عبارة النص فهو ماسيق الكلام لاجله واريد به قصداً''

[اصول الشاشی للامام العلامه نظام الدين الشاشی ۲۸]

حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا فتویٰ اس بات پر صریح ہے کہ اللہ پر لفظ عاشق کا اطلاق درست ہے مگر حکم جواز مطلق نہیں بلکہ مقید ہے اور وہ قید یہ ہے کہ عشق کا جو معنی جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں وہ معنی مراد نہ ہو تو اس کا اطلاق ذات باری پر درست ہے۔

فتوی کی اشارۃ النص سے ذات باری تعالیٰ پر لفظ عاشق کے اطلاق پر عدم جواز کی وضاحت:

پورے فتوی پر غور کریں کہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اور عاشق و معشوق میں حرج نہیں جب کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں'' اس قید کا صاف مطلب یہ ہوا کہ 'عاشق و معشوق کے وہ معنی مراد لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں تو ذات باری پر اس کے اطلاق میں حرج ہے، اسی حرج کو امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتوی میں ناجائز کہا جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتوی کے عین موافق ہے۔ جو حکم نظم نص سے ثابت ہو مگر وہ نہ ظاہر ہو اور نہ اس کے بیان کے لیے عبارت کو لایا گیا ہو تو اسی حکم کو اشارۃ النص کہتے ہیں:

اشارۃ النص:" اشارۃ فھی ماثبت بنظم النص من غیر زیادۃ وھو غیر ظاھر من کل وجه ولا سیق الکلام لاجله"

[اصول الشاشی للامام العلامه نظام الدین الشاشی،۲۹]

حکم عدم جواز کی وضاحت:

فتاوی تاج الشریعہ کے فتوی کا ایک رخ یہ ہوا کہ عاشق و معشوق (اللہ رب العزت پر بولنے) میں حرج ہے جب کہ وہ معنی مراد لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں۔

حکم جواز کی وضاحت:

فتاوی تاج الشریعہ کے فتوی کا ایک دوسرا رخ یہ ہوا کہ عاشق و معشوق میں حرج نہیں جب کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں۔

بہرحال فتاویٰ تاج الشریعہ کی عبارت ہی سے معلوم ہو گیا کہ لفظ عاشق کا اطلاق

ذات باری پر ممنوع بھی ہے اور مباح بھی۔ عاشق کا معنی جانب بشر والا ہو تو ذات باری پر اس کا اطلاق ممنوع ہے اور جانب بشر والا نہ ہو تو ممنوع نہیں۔ جب فتاوی تاج الشریعہ کی عبارت میں ذات باری پر لفظ عاشق کے اطلاق کا جواز بھی موجود ہے اور عدم جواز بھی تو پھر فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ تاج الشریعہ کے فتووں کے درمیان کوئی تعارض نہ رہا۔

کسی حکم کے نفاذ میں احوال زمانہ کی رعایت:

فتوی نویسی کے اصول میں یہ صراحت ہے کہ کوئی چیز اصل اطلاق کے اعتبار سے اگرچہ ممنوع نہیں تاہم اصل اطلاق پر اگر عمل کرنے سے مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے تو ایسی صورت میں منع کا حکم دیا جائے گا، اس لیے بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ اصل میں مباح ہیں مگر سائل یا احوال زمانہ کے اعتبار سے منع ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”احوالِ زمانہ کی رعایت اور مصلحتِ وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب ہے، علماء فرماتے ہیں: من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل جو شخص اپنے دور کے لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔“ [فتاویٰ رضوی مترجم ج ۷، ص ۵۷]

اس لیے مفتیان ذوی الاحترام نے ہر دور اور ہر قرن میں احوال زمانہ کی رعایت بھی کی، ذیل میں چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں:

عورتوں کو حضور جماعت فی المسجد اور دخول فی الحمام ناجائز ہیں:

امام احمد رضا سے سوال ہوا کہ:

”زیارت قبور للنساء کو مولانا فضل رسول بدایونی رضی اللہ تعالی عنہ بضمن تردید الحق وہابی دہلوی جائز فرماتے ہیں، نیز علامہ عینی بھی۔ جواب مکمل عطا ہو کہ رفع شبہہ ہو۔“

اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں کہ:

”شی کے لیے حکم دو قسم ہے: ذاتی کہ اس کے نفس ذات

کے لحاظ سے ہو۔ اورعرضی کہ بوجہ عروض عوارض خارجیہ ہو۔ تمام احکام کہ بنظر سد ذرائع دیے جاتے ہیں جو مذہب حنفی میں بالخصوص ایک اصل اصیل ہے، اسی قسم دوم سے ہیں۔ یہ دونوں قسمیں باآنکہ نفی و اثبات میں مختلف ہوتی ہیں ہرگز متنافی نہیں کہ مناشی جدا جدا ہے۔ اس کی مثال حضور نساء فی المساجد ہے کہ نظر بذات ہرگز ممنوع نہیں کہ ان کا روکنا ممنوع ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہوا: ''لا تمنعوا اماء الله مساجد الله '' اللہ کی باندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مساجد سے نہ روکو۔ اور نظر بحال زناں ممنوع کما صرح به الفقهاء الكرام (جیسا کہ فقہائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔)

''وقد قالت ام المومنين الصديقة رضى الله تعالیٰ عنها لو رأى رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المساجد كما منعت نساء بنی اسرائیل۔''

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں نے جو نئی باتیں پیدا کر لی ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں دیکھتے تو ان کو ایسا ہی مسجدوں سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں۔

یونہی یہ دخول نساء فی الحمام کہ پردہ وستر وعدمِ فتنہ کے ساتھ ہو تو فی نفسہ اصلاً وجہ ممانعت نہیں رکھتا بلکہ طیب و نظافت میں داخل ہے بنى الاسلام على النظافة (اسلام کی بنیاد صفائی پر رکھی گئی ہے۔) مگر نظر برحال کہ باہم کشفِ عورات کے عادی ہیں۔ امام ابن ہمام وغیرہ اعلام نے فرمایا کہ بسبیل اطلاق منع ہے، یہ حکم اسی قسم دوم کا

ہے۔ بعینہ یہی لفظ آپ نے اس حکم میں پائے ہوں گے جو فقیر نے مسئلۂ زیارت میں اختیار کیا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے حرام لکھا ہو بلکہ غالباً تعلیم ادب کے ساتھ حلت کی طرف اشارہ کیا اور نظر بحال سبیل اطلاق منع بتایا ہے، آپ میرے فتویٰ کو ملاحظہ فرمائیں مجھے اس وقت کہ بارہ بجکر دس منٹ آگئے اپنے مجموعہ سے نکالنے اور دیکھنے کی فرصت نہیں۔'' [فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۳۰، ص ۷۲، ۷۳]

عورتوں پر چہروں کا پردہ واجب ہے:

عورتوں کے چہروں کا پردہ واجب ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ بھی انہیں مسائل میں سے ایک ہے کہ احوال زمانہ کی وجہ سے حکم مختلف ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانۂ جنت نشان میں عورتوں پر چہروں کا پردہ واجب نہ تھا کیوں کہ وہ زمانہ بڑے تقویٰ و پرہیز گاری اور خوف خدا کا زمانہ تھا، عام طور پر لوگ طاعات پر مداومت کرتے اور گناہ کے ارتکاب سے پرہیز کرتے تھے، مگر زمانہ نے کروٹ لی اور اہل زمان کے حالات دیگر گوں ہوگئے، لوگوں میں خوف خدا اور تقویٰ و پرہیز گاری کا فقدان ہونے لگا تو حکم مختلف ہوگیا اور عورتوں پر اب چہروں کا پردہ کرنا واجب ہوگیا، چناں چہ فقیہ فقید المثال امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت ومتانت ومراعات دقائق مصلحت میں ہے اور جو حکم عرف ومصالح پر مبنی ہوتا ہے انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے اور اعصار وامصار (زمانے) میں ان کے تبدل سے متبدل ہوجاتا ہے اور وہ سب احکام، احکام شرع ہی قرار پاتے ہیں مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر ونایابی فتنہ وشدت تقویٰ وقوت خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب۔ پھر رفتہ رفتہ حاملان شرع وحکمائے امت نے

حکم حجاب دیا اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کر دیا ،نہایہ میں ہے: سدل الشئ علی وجهها واجب علیها ،شرح لباب میں ہے:دلت المسئلة علی ان المرأة منهية علی اظهار وجهها للاجانب بلاضرورة ،تنویر میں ہے:تمنع من کشف الوجه بین رجال لخوف الفتنة“

[فتاویٰ رضویہ قدیم ،ہشتم ص۴۴۳-۴۴۴]

جوتے چپل پہن کر مسجد میں داخل ہونا بے ادبی ہے:

عہد نبوی میں جوتے چپل پہن کر نماز پڑھنا اور مسجد میں داخل ہونا جائز تھا۔ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے مگر اب اہل زمانہ کا عرف بدل جانے کے سبب ناجائز وممنوع اور بے ادبی ہے۔فقیہ اجل امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”مسجد میں جوتا پہن کر جانا خلاف ادب ہے،فتاویٰ سراجیہ وفتاویٰ عالم گیری میں ہے:دخول المسجد متنعلا مکروه،رد المحتار میں ہے:دخول المسجد متنعلا من سوء الادب“ادب کی بنا عرف ورواج ہی پر ہے اوروہ اختلاف زمانہ وملک وقوم سے بدلتا ہے،عرب میں باپ سے ”انت“ کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تو،زمانہ اقدس نبی صلی اللہ تعالیٰ میں بھی یوں ہی خطاب ہوتا تھا،سیدنا اسماعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیدنا ابراہیم شیخ الانبیا خلیل کبریا علیہ الصلوہ والسلام سے عرض کی ”اے میرے باپ تو کر جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے“اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو تو تو کہا کرے ضرور گستاخ، مستحق سزا ہے،نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پہن کر جائے۔“

[فتاویٰ رضویہ قدیم ج،۳،ص ۴۵۰]

مذکورہ امثال ونظائر سے روز روشن کی طرح ظاہر وعیاں ہے کہ مفتی کی نظر احوال زمانہ اور سائلین پر بھی ہوتی ہے کہ حال زمانہ کیا تقاضا کرتا ہے؟ یا یہ کہ سائل کیسا ہے؟ یہی مسئلہ ذات باری پر لفظ عاشق کے اطلاق یا عدم اطلاق کا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ سائل اگر ایک عام آدمی ہے تو اللہ پر لفظ عاشق کے اطلاق کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ لفظ عاشق کا معنی متعین کرنے پر قادر نہیں مگر جن کے نزدیک عشق وعاشق کا معنی ومصداق دن کے اجالے کی مانند روشن ہے، ان کے لیے حکم ممانعت نہیں۔ بہت سی چیزوں کا حکم علاقے کے اختلاف سے بھی مختلف ہوتا ہے۔ پس لفظ عاشق کا معنی اگر کسی علاقے میں جنون ومستی ہو تو وہاں مطلقاً اس کا اطلاق ذات باری پر ممنوع ہوگا۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے عامۃ الناس کے احوال وآثار کو دیکھ کر منع کا حکم صادر فرمایا اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے خواص کے لیے منع نہ کیا اور خواص کی قید فقیر راقم کی طرف سے نہیں بلکہ خود فتوی کے اسلوب سے ظاہر ہے۔

حدیث قدسی سے تائید:

حدیث قدسی میں بھی ذات باری کے لیے لفظ عشق سے محبت کرنے کا ثبوت ملتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ عشق کی نسبت ذات باری کی طرف ممنوع ومحظور نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے جامع الاحادیث میں نقل فرمایا ہے:

”حدثنا ابی عبد الله محمد بن احمد بن یزید یحدثنا عبد الله بن عبد الوهاب حدثنا محمد بن عبد الله حدثنا ابراهیم بن الاشعث حدثنا محمد بن الفضل بن عطية عن عبد الله بن زيد عن الحسن قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: يقول الله تعالىٰ: اذا كان الغالب على العبد الاشتغال بی جعلت نعيمه و لذته فی ذكری فاذا

جعلت نعيمه ولذته في ذكري عشقني و عشقته فاذا عشقني وعشقته رفعت الحجاب فيما بيني و بينه، وصرت معالما بين عينيه، ولا يسهوا اذا سهى الناس اولئك كلامهم كلام الأنبياء، اولئك الابطال حقا، اولئك الذين اذا اردت باهل الارض عقوبة وعذابا ذكرتهم فصرفت ذلك عنهم۔"

[جامع الاحادیث للسیوطی ج ۲۴، ص ۱۹۴، حدیث نمبر ۲۶۹۵۶]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میرے بندے پر میرے ساتھ مشغولیت زیادہ ہو جائے میں اس کا آرام اور اس کی لذت اپنی یاد میں کر دیتا ہوں، تو جب میں اس کا آرام اور اس کی لذت اپنی یاد میں کر دوں وہ مجھ سے عشق کرے گا اور میں اس سے عشق کروں گا، تو جب وہ مجھ سے عشق کرے اور میں اس سے عشق کروں تو میں اپنے اور اس کے درمیان سے پردہ اٹھا دوں گا، اور میں اس کی نگاہوں کے سامنے نشاناتِ راہ ومنزل ہو جاؤں گا، اور وہ نہیں بھولے گا جبکہ لوگ بھول جائیں، انہیں لوگوں کا کلام انبیا کے کلام کی طرح ہے، درحقیقت وہی لوگ بہادر ہیں، جب میں اہل زمین پر عقاب وعذاب کا ارادہ کرلوں تو وہی لوگ ہیں جن کو یاد کر کے میں اہل زمین سے عذاب کو پھیر دوں گا۔

شرح حدیث:

حدیث مذکور کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندہ جب میری عبادت وریاضت اور ذکر وفکر میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس کو حقیقی آرام وسکون اور زندگی کی اصل لذت میری یاد ہی میں محسوس کرتا ہے کہ بغیر میرے ذکر کے بندہ کو سکون وقرار ملتا ہی نہیں اور جب

یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے وہ مجھ سے عشق کرے گا اور میں اس سے عشق کروں گا اور جب مجھ سے وہ عشق کرے اور میں اس سے عشق کروں تو میں اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان سے حجاب ہٹا دیتا ہوں پھر بندہ اپنی نگاہوں سے دیکھے گا کہ میں ہی مقصود حیات اور منزل سفر ہوں پھر بندہ مجھے اپنی یادوں میں کبھی نہیں بھولتا اگرچہ دوسرے بندے مجھے بھول جائیں، ان بندوں کی باتیں میرے نزدیک انبیاء کے کلام کی طرح محبوب وپسندیدہ ہوتی ہیں، حقیقت میں یہی بندے بہادر وشجاع ہیں کہ ان سے مصیبتیں ٹلتی ہیں یہ وہ بندے ہوتے ہیں کہ جب میں اہل زمین پر کسی عذاب یا عقاب کا ارادہ کرتا ہوں تو ان بندوں کو یاد کرکے اہل زمین سے عذاب پھیر دیتا ہوں۔[ازہر]

اس حدیث کو محدث عصر علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ہندی کنزالعمال ج:اول،ص،۲۲۱،رقم الحدیث ۱۸۶۸ الکتاب الثانی فی الذکر و فضیلته کے تحت بیان کیا ہے۔اور امام حافظ ابی نعیم اصفہانی نے بھی حلیۃ الاولیاء ج:۶،ص:۱۷۷ میں انہی الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، اس حدیث میں ایک راوی محمد بن فضل اور ایک راوی عبد الواحد بن زید بھی ہیں۔حدیث نقل فرمانے کے بعد یہ لکھتے ہیں:

”کذا رواہ عبد الواحد، عن الحسن مرسلا، وھذا الحدیث خارج من جملة الاحادیث المراسیل المقبولة، عن الحسن لمکان محمد بن فضل، و عبد الواحد وما یرجعان الیه من الضعف۔“

[حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء ج٦، ص١٧٧، حدیث ٨٢٠٣]

ترجمہ: ایسا ہی عبدالواحد نے حضرت حسن بصری سے مرسلا

روایت کی۔اور حضرت حسن کی تمام مراسیل حدیثیں مقبول ہیں مگر ان میں سے یہ حدیث خارج ہے کیوں کہ اس کی سند میں محمد بن فضل اور عبدالواحد ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

اس لیے مذکورہ حدیث پر اجمالاً استنادی حیثیت سے گفتگو ضروری ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مذکورہ حدیث قدسی کی استنادی حیثیت:

یہ حدیث حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مراسیل میں سے ہے۔مرسل ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس میں تابعی روایت کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بغیر کسی واسطہ کے کردے۔اور مراسیل بعض محدثین کے نزدیک بشرائط مقبول ہیں اور بعض کے نزدیک بلاشرط مقبول ہیں:

تقریب النووی میں ہے:

”ثم المرسل: حدیث ضعیف عند جماهیر المحدثین و کثیر من الفقهاء واصحاب الاصول ،وقال مالك وأبو حنیفة فی طائفة صحیح۔“

[تعریف المرسل ص۲۹۹]

حدیث مرسل جمہور محدثین اور اکثر فقہا وعلماے اصولیین کے نزدیک ضعیف ہے،امام مالک اور امام اعظم ابوحنیفہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔[ازہر]

امام سیوطی ”شرح المہذب“ کے حوالے سے امام نووی کا موقف لکھتے ہیں:

”قال المصنف:فی شرح المهذب وقید ابن عبد البر وغیره ذلك بما اذا لم یکن مر سله ممن لایحترز ویرسل عن الثقات، فان کان فلا خلاف فیره۔“

[تدریب الراوی ج اول، ص ۳۰۰]

ترجمہ:ابن عبدالبر نے حدیث مرسل کے مقبول ہونے کو اس شرط کے ساتھ مقید کیا ہے کہ اس کا مرسل ان لوگوں سے نہ ہو جن سے احتراز کیا جاتا ہے اور نہ ان لوگوں سے جو غیر ثقہ سے ارسال کرتا ہو۔اگر اس کے خلاف ہو تو اس کو رد کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تدریب الراوی میں ہے:

"وقال ابن جرير: أجمع التابعون بأسرهم على قبول المرسل،ولم يات عنهم انكاره ،ولا عن احد من الأئمة بعدهم الى راس المائتين۔"

[تدریب الراوی ج اول، ص۳۰۱]

حسن بصری کے مراسیل کا درجہ:

حسن بصری کے مراسیل میں محدثین کا اختلاف ہے۔ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ کچھ لوگ ان کے مراسیل کو قبول کرتے ہیں اور کچھ لوگ رد کر دیتے ہیں۔

[ابن عبدالبر،التمہید ۱/۵۷]

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ نے مطلقاً حضرت حسن بصری کے مراسیل کو اضعف کہا ہے:

تدریب الراوی میں ہے:

"قال أحمد بن حنبل: مرسلات سعيد بن المسيب اصح المرسلات، ومرسلات ابراهيم النخعى لاباس بها، وليس فى المرسلات اضعف من مرسلات الحسن و عطا بن ابى رباح ،فانهما كانا ياخذان عن كل

احدٍ۔“ [تدریب الراوی باب المرسل ج اول، ص ۳۰۹]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ: مرسلات میں سعید بن مسیّب کے مراسیل اصح ہیں۔اور ابراہیم نخعی کے مراسیل متوسط درجے کے ہیں اور حسن بصری اور عطا بن ابی رباح کے مراسیل سے زیادہ ضعیف مراسیل نہیں، کیوں کہ یہ دونوں حضرات کسی سے بھی روایت لے لیتے تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محدثین کے ایک طبقہ کا ماننا ہے کہ حضرت حسن بصری کے مراسیل بالعموم ضعیف ہیں۔دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ ان کے مراسیل مقبول ہیں۔اسی دوسرے طبقے کے محدثین کی رائے پر عمل کرتے ہوئے حسن بصری کے مراسیل کو میں نے بھی درجۂ قبول میں رکھا ہے۔جہاں تک بات حافظ ابونعیم کے اس جملہ کی ہے کہ حسن بصری کے مراسیل مقبول ہیں سوائے ان روایتوں کے جس میں عبدالواحد بن زید اور محمد بن الفضل موجود ہوں، میری تحقیق کے مطابق ان دونوں راویوں کی وجہ سے بھی ”حدیث عشق“ کو رد نہیں کیا جا سکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک یہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔ عبدالواحد بن زید متروک ہیں (المغنی فی الضعفاء للذہبی) اور محمد بن الفضل کے بارے میں بعض محدثین نے ”کذاب“ جیسا لفظ ضرور استعمال کیا ہے مگر محدثین کی ایک بڑی تعداد نے جرح کے اس قدر سخت الفاظ کا استعمال نہیں کیا ہے بلکہ جرح کے ان لفظوں کا استعمال کیا ہے جن سے حدیث عشق کی زیادہ سے زیادہ صرف تضعیف ہوتی ہے۔ان محدثین میں علامہ ابن حجر، امام دارقطنی، یحیٰ بن یحیٰ اور امام ذہبی وغیرہ سرفہرست ہیں۔

(دیکھیے تہذیب التہذیب ج ٦: ص ۷، رقم ۷۳٦۱۷)

کیا محدثین کرام نے عبدالواحد بن زید اور محمد بن فضل کی مرویات قبول کیں؟

احادیث کتب کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ محدثین عظام نے کثرت سے عبد

الواحد بن زید اور محمد بن الفضل کی روایات قبول کی ہیں بلکہ بعض صحاح ستہ کے محدثین نے بھی محمد بن الفضل کی روایات قبول کی ہیں۔

درج ذیل کتب حدیث کے مختلف ابواب میں متعدد موضوعات پر عبد الواحد بن زید کی سند سے روایات مروی ہیں: المستدرک ج ۳،ص ۸۰۔/ المعجم الکبیر ج ۷،ص ۲۸۴۔/ المقاصد العلی فی زوائد مسند ابو یعلی موصلی غایۃ المقصد فی زوائد المسند از امام ھیثمی ج ۱، ص ۲۰۶۸۔/ شعب الایمان ج ۹،ص ۱۵۳۔/ مسند ابو یعلی ج ۱،ص ۸۴۔/ مسند امام احمد بن حنبل ج ۲۸،ص ۳۴۶۔/ مسند البزار ج ۱،ص ۱۰۵۔/ مسند الطیالسی ج ۱،ص ۸۲۔/ مسند عبد بن حمید ج ۱،ص ۳۰۔/ المطالب العالیہ ج ۲،ص ۳۷۵۔/ مجمع الزوائد ج ۱۰،ص ۱۰۔

اسی طرح درج ذیل کتب احادیث کے مختلف ابواب میں محمد بن فضل کی سند سے مرویات شاہد ہیں:

سنن ابن ماجہ ج ۱: ص ۱۴۷/ سنن دارقطنی ج ۱۔ص ۱۵۷ رقم ۲۹/ شعب الایمان ج: ۱۱،ص: ۶۵۷/ مسند ابی یعلی ج: ۹،ص: ۲۸۱ رقم ۵۴۱۰/ سنن ترمذی ج ۲: ص ۴۴ رقم ۵۰۹/ مسند بزار ج: ۴،ص: ۳۰۳ رقم ۳۰۳/ معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ج: ۱،ص: ۱۷/ المعجم الکبیر ج ۲: ص، ۳۶۲/ معجم ابن عساکر ج: ۲،ص: ۲۴۸/ نصب الرایہ ج: ۱،ص: ۴۴ وغیرہ۔

قابل غور بات یہ ہے کہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ نے تھذیب التھذیب میں یہ لکھا ہے کہ بعض محدثین نے محمد بن فضل کی تکذیب کی ہے لیکن انھوں نے خود کچھ نہ کہا اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ بعض محدثین نے تکذیب کی ہے پھر بھی انھوں نے ان کی روایت قبول کی اس سے صاف ظاہر ہے علامہ ابن حجر کے نزدیک ان کی روایت موضوع نہیں ہے۔اس کی بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے المطالب العالیہ میں محمد بن فضل کی سند سے ایک روایت ذکر کی ہے اور اس پر کوئی تعلیق نہیں لگائی۔

ان دونوں راویوں پر جرح و تعدیل کے الفاظ کا تفصیلی اور تحقیقی مطالعہ کرنے کے بعد میری رائے یہ ہے کہ "حدیث عشق" موضوع نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے

کہ اس حدیث میں سخت ترین قسم کا ضعف ہے اور ضعف رواۃ حدیث کے موضوع ہونے کو مستلزم نہیں، جو موضوع کہے حدیث کے ساتھ یہ ظلم و زیادتی ہے جیسا کہ خود امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ:

''پھر علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم جزاف ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ۵، ص۴۵۳]

حسن بصری کے مراسیل محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک مقبول ہونے کی وجہ سے ''حدیث عشق'' بھی ضعف کے ساتھ مقبول ہوگی۔

حدیث ضعیف کا درجہ:

محدثین کی اصطلاح میں حدیث کے غیر صحیح ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ یقینی طور پر موضوع ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سند محدثین کے نزدیک شرط صحت پر منطبق نہیں چناں چہ امام احمد رضا قدس سرہ مقدمہ امام ابوعمر تقی الدین شہزوری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

''اذا قالوا فی حدیث أنه غیر صحیح فلیس ذلك قطعا بانه كذب فی نفس الامر اذا قد یكون صدقا فی نفس الامر و انما المراد به لم یصح اسناده علی الشرط المذكور۔''

ترجمہ: محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب وتدریب میں ہے:

"اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ ملخصا۔"

ترجمہ: کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو۔ اھ ملخصاً

(تصحیح وتضعیف صرف بنظرِ ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو وبالعکس) محقق حیث اطلق فتح میں فرماتے ہیں:

"ان وصف الحسن و الصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح و صحۃ الضعیف."

ترجمہ: حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔

اسی میں ہے:

"لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل ما لم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحا فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذلك، وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ۔"

ترجمہ: ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہلِ حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر

دے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا
کی ہے اس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے
گا۔

موضوعاتِ کبیر میں ہے:

"المحققون علیٰ ان الصحة و الحسن و الضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا و عکسه کذا افاده الشیخ ابن حجر المکی۔"

ترجمہ: محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

[فتاوی رضویہ مترجم، ج ۵، ص ۴۸۹ تا ۴۹۱]

ائمۂ عارفین کی مرویات امام احمد رضا قدس سرہ کی نظر میں:

حدیث پاک میں ہے:

"قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من کذب علی متعمداً فالیتبوأ مقعده من النار۔"

[صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۰۹]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ کی نسبت کی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اولیاے کاملین اور عارفین حق جو جہنم کے احوال وکوائف سے باخبر ہیں اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے کو بہت بڑا جرم سمجھتے ہیں وہ کسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس وقت تک نسبت نہیں کرتے جب تک کہ حدیث رسول کا بالیقین جزم نہ ہو جائے۔ اس لیے کوئی عارف اگر کوئی روایت نقل کرے تو عارفین کے نزدیک وہ اعلی

درجہ کی حدیث قرار پاتی ہے، چوں کہ عارفین حق بارگاہ الٰہی سے علم حاصل کرتے ہیں حضرت سید بایزید بسطامی رضی اللہ تعالی عنہ منکرین زمانہ سے فرماتے کہ ''تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا اور ہم نے اپنا علم حی لا یموت سے لیا ہے''۔(فتاوی رضویہ)
عارفین حق کو جب تک اپنے کشف سے حدیث رسول کا یقین نہیں ہوتا وہ روایت نہیں کرتے اس لیے اہل کشف اگر کوئی روایت پیش کریں تو صوفیہ رد نہیں فرماتے بلکہ ان کے نزدیک تو اعلی درجہ کی سند قرار پاتی ہے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''اقول (احادیث اولیاے کرام کے متعلق نفیس فائدہ)
یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنھیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب، عرفائے رب، ائمۂ عارفین، سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم الجلیلۃ ونور قلوبنا بانوارہم الجمیلۃ انھیں مقبول ومعتمد بناتے اور بصیغ جزم وقطع حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنھیں علما اپنے زبر و دفاتر میں کہیں نہ پاتے، ان کے یہ علم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن و وقعیت و جرح و اہانت ہو جاتے، حالانکہ العظمۃ للہ وعباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ت) تھے۔

ولکن کل حزب بما لدیھم فرحون، و ربك اعلم

بالمھتدین۔ ترجمہ: اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔

میزان مبارک میں حدیث: اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم . ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

کی نسبت فرماتے ہیں:

ھذا الحدیث و ان کان فیه مقال عند المحدثین فھو صحیح عند أھل الکشف. ترجمہ: اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف الغمہ عن جمیع الامہ میں ارشاد فرمایا:

کان صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول من صلی علی طھر قلبه من النفاق، کما یطھر الثوب بالماء، وکان صلی الله تعالیٰ یقول من قال صلی الله علی محمد فقد فتح علی نفسه سبعین بابا من الرحمة، وألقی الله محبته فی قلوب الناس فلا یبغضه الا من فی قلبه نفاق، قال شیخنا رضی الله تعالیٰ عنه ھذا الحدیث والذی قبله روینا ھما عن بعض العارفین عن الخضر علیه الصلاة والسلام عن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلیٰ درجات الصحة وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحھم۔

ترجمہ: حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللہ علی محمد" اس نے ستر/۷۰ دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام، انھوں نے حضور پرنور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انھیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

كما يقال عن جميع ما رواه المحدثون بالسند الصحيح المتصل ينتهي سنده الى حضرة الحق جل وعلا فكذٰلك يقال فيما نقله اهل الكشف الصحيح من علم الحقيقة۔

ترجمہ: جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا اس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے ولہٰذا حضرت سیدی ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت . ترجمہ:تم نے اپنا علم سلسلۂ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لا یموت سے لیا ہے۔

نقله سیدی الامام الشعرانی فی کتابه المبارك الفاخر الیواقیت والجواهر اٰخر المبحث السابع والاربعین۔ ترجمہ: اسے سیدی امام شعرانی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب الیواقیت والجواہر کی سینتالیسویں بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکره فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیة الشریفة الالٰھیة الملکیة ونقله فی الیواقیت ھنا۔ ترجمہ: جیسا کہ انہوں نے فتوحات المکیة الشریفه الالٰھیة الملکیة کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں جمالِ جہاں آرائے حضور پرنور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقۂ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے من شاء

فليتشرف بمطالعته۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۵،ص۴۹۲تا۴۹۳]

کیا عقائد واحکام میں حدیث ضعیف بالکلیہ غیر معتبر ہے؟

کتب عقائد میں یہ مصرح ہے کہ باب عقائد میں نص قطعی اور قرآن وحدیث کی صریح عبارتیں ضروری ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام عقائد میں نص قطعی اور قرآن وحدیث کی صریح عبارتیں ضروری ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن عقائد پر مدار ایمان ہوتو ان کے لیے قرآن وحدیث کی صریح عبارتیں ضروری ہیں اور رہے وہ عقائد جو ظنی ہیں تو اس کے لیے نصوص قطعیہ اور قرآن وحدیث کی صریح عبارتیں ضروری نہیں ہیں بلکہ اس کے لیے دلیل ظنی بھی کافی ہے چناں چہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

”ولا خفاء فی ان هذه المسئلة ظنية يكتفى فيها بالادلة الظنية“

ترجمہ: یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ عقائد ظنیہ میں دلیل ظنی کافی ہے۔

اسی کے تحت نبراس میں ہے:

”و حاصل الجواب: أن المسائل الاعتقادية قسمان:(۱) احدهما: ما يكون المطلوب فيه اليقين: كوحدة الواجب تعالیٰ، وصدق النبى صلى الله عليه وآله وسلم۔ (۲) وثانيهما: ما يكتفى فيها بالظن: كهذه المسئلة، والاكتفاء بالدليل الظنى انما لا يجوز بالأول، بخلاف الثانى۔“ [النبراس شرح شرح العقائد النسفية مطبوعه: مكتبه ياسين اسطنبول ۱۷۷]

ترجمہ: شارح کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مسائل

اعتقادیہ کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ جس میں یقین مطلوب و مقصود ہو، جیسے واجب تعالیٰ کی وحدت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق، دوسری قسم وہ جس میں دلیل ظنی کافی ہے، جیسے (تفضیل رسل کا) یہی مسئلہ، دلیل ظنی پر جن مسائل میں اکتفا نا جائز ہے وہ صرف پہلی قسم کے مسائل ہیں جن میں یقین مطلوب ہوتا ہے، بخلاف دوسری قسم کے جن میں دلیل ظن مطلوب ہو، کہ ان میں دلیل ظنی پر بلا شبہ اکتفا جائز ہے۔

عقائد واحکام میں بہتیرے ایسے مسائل ہیں کہ جن کے دلائل میں محدثین و متکلمین نے جرح وتعدیل کے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں بلکہ بعض محدثین نے بعض احادیث کو موضوع تک کہہ دیا لیکن انصاف پسند محدثین نے انہی احادیث سے مسائل کا استخراج واستنباط کیا ہے اور رواۃ میں اگر کہیں ضعف ہے تو حدیث کو ضعیف کہا گیا۔ لیکن حدیث میں جس قدر ضعف ہوگا حکم بھی اسی معیار کا ہوگا یعنی دلیل جس قدر قوی ہوگی حکم بھی اتنا ہی مضبوط ہوگا۔

بعض عقائد واحکام جن کے دلائل میں محدثین نے کلام کیے ہیں چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونا:

اہل سنت وجماعت کا متفقہ موقف ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اس سلسلہ میں مجدد دین وملت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے مستقل ایک رسالہ بنام ''نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شئ'' (اس ذات اقدس کے سائے کی نفی جس کے نور سے ہر مخلوق منور ہوئی) ارقام فرمایا اس کے ابتدائی صفحات میں آپ لکھتے ہیں:

''یہ امر احادیث واقوال علما کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ و

جہابذ فضلا مثل حافظ رزین محدث و علامہ ابن سبع صاحب ''شفاء الصدور'' وامام علامہ قاضی عیاض صاحب کتاب ''الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ'' وامام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہ، وعلامہ حسین بن دیار بکری واصحاب سیرت شامی و سیرت حلبی وامام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی وامام شمس الدین ابو الفرج ابن جوزی محدث صاحب ''کتاب الوفاء'' وعلامہ شہاب الحق و الدین خفاجی صاحب ''نسیم الریاض'' وامام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحب ''مواہب لدنیہ و منح محمدیہ'' و فاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب وشیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی و بحر العلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی وشیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی وغیرہم اجلہ فاضلین و مقتدایان کہ آج کل کے مدعیان خام کارکوان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں، خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے اور مفتی عقل وقاضی نقل نے باہم اتفاق کر کے اس کی تاسیس وتشیید کی۔

فقد اخرج الترمذی عن ذکوان أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یریٰ لہ ظل فی شمس ولا قمر۔

حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

سیدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ تعالیٰ حضرت سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے روایت کرتے ہیں:"قال: لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل، ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضؤوہ ضوء الشمس، ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضؤوہ علی ضوء السراج۔(الوفا باحوال المصفطی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۲/۴۰۷) ترجمہ: یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ ان کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آ گیا اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ حضور کے تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔"

[فتاویٰ رضویہ جدید ج ۳۰، ص ۶۹۷]

حدیث کی استنادی حیثیت:

مذکورہ حدیث کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی مناہل الصفا میں لکھتے ہیں:

"و أخرج الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول من طریق عبد الرحمن بن قیس و ھو وضاع کذاب عن عبد الملک بن عبد اللہ بن الرائد وھو مجھول عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر ولا اثر قضاء حاجۃ۔" [مناھل الصفا ص ۴۲]

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ: حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں عبد الرحمٰن بن قیس کے طرق سے روایت کی ہے حالانکہ عبد الرحمٰن بن قیس جب عبد الملک بن عبد اللہ بن الرائد سے روایت کرتے ہیں تو وضاع اور کذاب واقع ہوئے ہیں اور عبد الملک بن عبد اللہ بن الرائد خود مجھول ہیں۔

اس سے بالکل واضح ہے کہ امام جلال الدین سیوطی کے نزدیک عبدالرحمٰن بن قیس نہ صرف غیر ثقہ بلکہ وضاع و کذاب تھے۔ جبکہ ان سے پہلے حافظ حدیث علامہ ابن حجر عسقلانی نے عبدالرحمٰن بن قیس کو متروک کہا ہے، گر چہ کہ انہوں نے امام ابوزرعہ کے حوالہ سے ان کا کذاب ہونا نقل کیا ہے۔

چناں چہ تہذیب التہذیب میں ہے:

”عبد الرحمٰن بن قيس الضبی، ابو معاوية الزعفرانی، متروك، كذبه أبوزرعه وغيره من التاسعة“

[رقم۴۰۱۵]

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن قیس الضبی ،ابومعاویہ الزعفرانی، متروک ہیں، اورامام ابوزرعہ وغیرہ نے ان کی تکذیب کی ہے۔

تهذيب الكمال میں ہے:

قال المزی فی تهذيب الكمال:

عبد الرحمن بن قيس الضبی، أبو معاوية الزعفرانی البصری، واسطی الأصل سكن بغداد مدة، ثم صار الی نيسا بور فسكنها،اه

ترجمہ: امام مزی تہذیب الکمال میں فرماتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن قیس الضبی ،ابومعاویہ الزعفرانی البصری، واسطی اصل میں بغداد میں ایک زمانہ تک سکونت پزیر رہے پھر نیشا پور چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔

نیز اسی میں ہے:

”وقال المزی:

قال محمد بن يحيى الذهلی: سألت عبد الصمد

بـن عبـد الـوارث عـنه، فقال: كان عبد الرحمن بن مهدى يكذبه۔

وقـال عبـد الله بن احمد بن حنبل، عن أبيه: كان جـارالـحـمـاد بـن مسـعـدة، يحدث عن ابن عون، رأيته بـالبـصـرة و قدم علينا الى بغداد وكان واسطيا ثم خرج الى نيسـابـور، و حـديثـه ضـعيف، ولـم يـكن بشـىء، متروك الحديث،

و قال ابو زرعة: كذاب۔

وقال البخارى: ذهب حديثه۔

وقال مسلم: ذاهب الحديث۔

وقال النسائى: متروك الحديث۔

و قـال زكـريـا بن يحيى الساجى: ضعيف، كتبت عن حوثرة المنقرى عنه، كان قد أكثر عنه۔

و قـال صـالـح بـن مـحـمـد البـغدادى: كان يضع الحديث۔

وقـال ابـو احـمد بن عدى: عامة ما يرويه لايتابعه الثقات عليه۔ [تهذيب الكمال]

ترجمہ: محمد بن یحییٰ ذہلی فرماتے ہیں کہ: میں نے عبدالصمد بن عبد الوارث سے عبد الرحمٰن بن قیس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ عبدالصمد بن مہدی اسے جھوٹا کہتے تھے۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: وہ حماد بن مسعد کا پڑوسی تھا، وہ ابن عون سے حدیث بیان کرتا

تھا، میں نے ان کو بصرہ میں دیکھا اور بغداد میں وہ ہمارے پاس آئے
تھے، وہ واسطی تھے، پھر وہ نیساپور چلے گئے اس کی حدیث ضعیف
ہے۔اوراس کی حدیث متروک الحدیث کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔
امام ابوزرعہ نے اسے کذاب کہا ہے۔
امام بخاری اورامام مسلم نے دونوں نے اسے ذاہب الحدیث کہا ہے۔
امام نسائی نے متروک الحدیث کہا۔اورزکریہ بن یحی ساجی
نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہیں، میں نے یہ حوثرہ منقری سے اس کے
بارے میں لکھا اوراس کے بارے میں اکثر کی رائے یہی تھی۔
اورصالح بن محمد بغدادی نے کہا کہ: وہ حدیث گڑھتا تھا۔
اورابواحمد بن عدی نے کہا کہ: عام طوراس کی روایتوں میں
ثقات کی متابعت نہیں ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین نے اس حدیث کوقبول نہیں کیا ہے جب کہ دیگرفقہا و محدثین نے قبول کیا ہے اورمستدل بہ قرار دیا ہے اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ باب اعتقادات میں بھی غیر صحیح حدیث مطلقا غیر معتبر نہیں ورنہ اہل سنت کے بہت سارے اعتقادات ونظریات غیر مدلل قرار دیے جائیں گے۔

لہذا ضعف شدید کے باوجود جس طرح مذکورہ حدیث کومحدثین نے قبول کیا ہے اسی طرح ہم بھی حدیث عشق کوقبول کرتے ہیں اوراس حدیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف عشق کی نسبت صحیح قرار دیتے ہیں۔

ابوین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کی حدیث:

ایمان وکفرعلم کلام کا مسئلہ ہے ابوین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کو ثابت کرنے کے لیے جہاں دیگر دلائل پیش کی جاتی ہیں وہیں یہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ ابوین کودوبارہ حیات بخشی گئی اوروہ ایمان سے مشرف ہوئے۔جب کہ محدثین کے

نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے:

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

''حضرات ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال عہد اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک وہ صرف اہل توحید واہل لا الہ الا اللہ تھے تو نہی از قبیل لیس ذلك لك ہے، بعدہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ان پر اتمام نعمت کے لئے اصحاب کہف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح انھیں زندہ کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاکر شرف صحابیت پاکر آرام فرمایا لہٰذا حکمت الٰہیہ کہ یہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآن کریم پورا اتر لیا اور أليوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتى (آج میں تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی۔) نے نزول فرما کر دین الٰہی کو تام کردیا تا کہ ان کا ایمان پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو۔

حدیث احیاء کی غایت ضعف ہے كما حققه خاتم الحفاظ الجلال السيوطى ولا عطر بعد العروس (جیسا کہ خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تحقیق فرمادی ہے اور عروس کے بعد کو عطر نہیں۔ت)

[فتاوی رضویہ مترجم ج ۳۰، ص ۲۸۵، ۲۸۶]

بہت سارے احکام جہاں محل احتیاط اور گناہ سے اجتناب کی راہ ہے وہاں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے اور فقہائے کرام نے عمل بھی کیا ہے۔ امام اہل سنت احمد رضا خان قدس سرہ فرماتے ہیں:

''افادۂ بستم (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ

محلِ احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورۂ عبارات سابقۂ فتح المبین امام ابن حجر مکی وانموذج العلوم محقق دوانی وقوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ ونیز تقریر فقیر مذکورہ افادۂ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا ان انوار متجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اس کے آئینۂ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اس پر عمل میں رنگ احتیاط ونفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزع وتورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا:

كيف وقد قيل . (کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواه البخاری عن عقبة بن الحارث النوفلی رضی الله تعالیٰ عنه (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا)

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۵، ص ۴۹۴ تا ۴۹۵]

بدھ کے دن ناخن تراشنے کا مسئلہ:

بدھ کے روز ناخن تراشنے کی ممانعت جس حدیث میں آئی ہے وہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفتاء ہوا کہ: بدھ کے دن ناخن کتروانا چاہیے یا نہیں؟ اگر نہ چاہیے تو اس کی وجہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔ تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

''نہ چاہیے، حدیث میں اس سے نہی آئی کہ معاذ اللہ مورثِ برص ہوتا ہے۔ بعض علماء رحمھم اللہ تعالیٰ نے بدھ کو ناخن کتروائے، کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا، فرمایا صحیح نہ ہوئی۔ فوراً برص ہوگئی، شب کو زیارتِ جمالِ بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے فرمایا کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے، عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی، ارشاد ہوا تمہیں اتنا کافی تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمھارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبرئ الاکمہ والابرص و محی الموتیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حضور اندھوں، کوڑھیوں اور مردوں کو صحت و حیات بخشنے والی ہستی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔) نے اپنا دستِ اقدس کہ پناہِ دو جہاں و دستگیرِ بیکساں ہے ان کے بدن پر لگایا فوراً اچھے ہو گئے اور اسی وقت سے توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر ایسی مخالفت نہ کروں گا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

قص الاظفار و تقليمها سنة ورد النهى عنه فى يوم الاربعاء وانه يورث البرص و حكى عن بعض العلماء انه فعله فنهى عنه فقال لم يثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فراى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى منامه فشكى اليه ما اصابه فقال له الم تسمع نهى عنه فقال لم يصح عندى

فقال صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یکفیك انه سمع ثم مسح بدنه بیده الشریفة فذهب ما به فتاب عن مخالفة ما سمع اھ۔

ترجمہ: ناخن کاٹنے سنت ہیں لیکن بدھ کے دن ایسا کرنے سے حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے کیونکہ اس سے مرضِ برص (جسم پر سفید داغ) پیدا ہوتا ہے۔ بعض اہلِ علم کی حکایت ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کٹوائے انھیں اس سے منع کیا گیا لیکن انھوں نے فرمایا یہ حدیث ثابت نہیں، انھیں فوراً مرضِ برص لاحق ہوگیا پھر انھیں خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انھوں نے آپ سے مرضِ برص کی شکایت کی، آپ نے ان سے فرمایا کیا تم نے بدھ کے روز ناخن کٹوانے کی ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے جواباً عرض کیا کہ ہمارے نزدیک وہ حدیث پایۂ صحت کو نہیں پہنچی تھی۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے لیے اتنا ہی کافی ہونا چاہیے تھا کہ حدیث سُن لی تھی۔ ازاں بعد آپ نے اپنا دستِ اقدس ان کے جسم پر پھیرا تو فوراً مرض زائل ہوگیا۔ اس کے بعد عالم موصوف نے اسی وقت سماع کردہ حدیث کی مخالفت سے توبہ کی اھ۔

یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہٗ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فی بعض الآثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث البرص و عن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء فتذکر ذلك فترك

ثم رأى ان قص الاظفار سنة حاضرة و لم يصح عنده النهى فقصها فلحقه اى اصابه البرص فرأى النبى صلى الله تعالىٰ عليه و سلم فى النوم فقال الم تسمع نهى عن ذلك فقال يا رسول الله لم يصح عندى ذلك فقال يكفيك ان تسمع ثم مسح صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على بدنه فزال البرص جميعا قال ابن الحاج رحمه الله تعالىٰ فجددت مع الله توبة الىٰ لا اخالف ما سمعت عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ابدا۔ والله سبحٰنه و تعالىٰ اعلم بالصواب فقط۔

ترجمہ: بدھ کے روز ناخن کترنے سے بعض آثار میں نہی وارد ہوئی ہے کیونکہ یہ عمل باعثِ مرضِ برص ہے ابن الحاج صاحبِ مدخل سے مروی ہے کہ انھوں نے بدھ کے دن اسی نہی کے پیش نظر ناخن نہ کاٹے پھر خیال آیا کہ ناخن کاٹنے کا عمل تو سنت ہے اور نہی والی روایت صحیح نہیں، چنانچہ اسی خیال کے ساتھ ناخن کاٹ ڈالے اور انھیں مرضِ برص لاحق ہو گیا، پھر خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے فرمایا کیا تم نے ممانعت نہیں سنی تھی؟ انھوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا تمھارے لیے میرے نام کی نسبت سے سننا ہی کافی تھا (یعنی کافی ہونا چاہیئے تھا) پھر آپ نے ان کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو مرضِ برص سے شفا ہوگئی اور مرض مکمل طور پر زائل ہوگیا۔ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور نئے سرے سے توبہ کی کہ اب میں

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اور حوالے سے جو کچھ بھی سنوں گا اس کی مخالفت کبھی نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ پاک و بلند و بالا ہے اور وہ راہِ صواب کو خوب جانتا ہے فقط۔''

[فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۲، ص ۵۷۴ تا ۵۷۶]

مذکورہ بالا گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حدیث پاک میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت آئی ہے اور حدیث پاک میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ جو بدھ کے دن ناخن کاٹے گا اسے برص کی شکایت ہوگی، یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچتی تھی اس لیے ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عمل نہ کیا اور بدھ کے دن ناخن کاٹ لیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں برص کی شکایت ہوگئی۔ خواب میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، آپ نے فرمایا کیا تم نے ممانعت والی حدیث نہیں سنی تھی؟ انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے نزدیک یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچتی تھی۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمھارے لیے میرے نام کی نسبت سے سننا ہی کافی تھا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر دست مبارک پھیرا تو مرضِ برص سے شفایاب ہوگئے۔ مذکورہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچتی ہے اس کے باوجود علما وفقہا نے اس پر عمل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس سے سمجھ میں آیا کہ حدیث ضعیف احکام میں بالکلیہ غیر معتبر نہیں۔

سبع سنابل شریف میں ذات باری کی طرف عشق کی نسبت:

سلوک و معرفت کی معتمد و مستند کتاب ''سبع سنابل شریف'' میں ذات باری کی طرف عشق کی نسبت کی گئی ہے چناں چہ فرماتے ہیں:

جاناں کہ دم عشق زندہ باہمہ کس
کس را نہ رسد، بہ دامنش دست ہوس
مرآت شہود اوست ذرات وجود

باصورت خود عشق ہمی باذد و بس

''وہ معشوق جو ہر شخص سے محبت کا دم بھرتا ہے،اس کے دامن تک کسی کی ہوس کا ہاتھ نہیں پہنچتا،اس کے شہود کے آئینے میں وجود کے سارے ذرات،اس لیے وہ خود اپنے ہی جمال سے عشق کرتا ہے،اس کے سوا کچھ اور نہیں۔''

[سبع سنابل شریف۳۴۵]

اسی کے دوسرے صفحہ میں ہے:

عاشق حسن خود است آں بے نظیر
حسن خود را خود تماشہ می کند

وہ بے مثال خود اپنے حسن کا طالب ہے،اور اپنے حسن کا نظارہ خود فرماتا ہے۔'' [سبع سنابل شریف۳۴۷]

مذکورہ دونوں مقام میں عشق کی نسبت ذات باری کی طرف کی گئی ہے۔

مصنفِ سبع سنابل شریف کا مقام ومرتبہ:

سبع سنابل شریف کے مصنف تصوف وسلوک میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ان کا مقام ومرتبہ اوران کی عظمت وبزرگی کس قدر بلند وبالا ہے؟ ان کے تعلق سے خود امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز گویا ہیں:

اللہ اللہ عز و شان و احترامِ بلگرام — عبد واحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
روز عرس آوارگانِ دشت غربت کیلئے — من و سلویٰ ہیں مگر خبز وا دام بلگرام
آسماں عینک لگا کر مہر ومہ کی دیکھ لے — جلوۂ انوارِ حق ہے صبح و شام بلگرام
تھا ''بما استحببت بلدۃ'' کا پاسخ بلگرام — مرکز دیں مبیں ٹھہرا یہ نام بلگرام
یادگار اب تک ہیں اس گل کی بہار فیض کے — خندہ ہائے گل رخان ولالہ خامِ بلگرام
لائی ہے اس آفتابِ دین کی تحویل جلیل — ساغرِ مارہرہ میں صَہبائے جامِ بلگرام

بارگاہ رسالت میں ''سبع سنابل شریف'' کی مقبولیت:

امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ سید السادات میر عبد الواحد بلگرامی کی تصنیف کردہ کتاب سبع سنابل شریف بارگاہ نبوی سے شرف قبول پا چکی ہے چناں چہ فتاویٰ رضویہ میں لکھتے ہیں:

''حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کہ اجلہ اولیائے خاندان عالیشان چشت سے ہیں اور صرف ایک واسطہ سے حضرت مخدوم شاہ صفی قدس سرہ الوفی کے مرید ہیں جو صرف ایک واسطہ سے حضرت مخدوم شاہ مینا رضی اللہ عنہ کے مرید ہیں۔ حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:

شبے در مدینہ پہلو بر بستر خواب گزاشتم در واقعہ دیدم کہ من وسید صبغۃ اللہ بروجی معا در مجلس اقدس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باریاب شدیم جمعے از کرام واولیائے عظام حاضر اند درینہا شخصے است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باولب بہ تبسم شریں کردہ حرفہائے زنند والتفات تمام باومیدارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ ایں شخص کیست کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باوالتفات بایں مرتبہ دارند گفت میر عبد الواحد بلگرامی ست وباعث مزید احترام اوایں است کہ سبع سنابل تصنیف او درجناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبول افتاد۔

میں مدینہ منورہ میں ایک شب بستر خواب پر لیٹا تھا کہ میں عالم واقعہ میں دیکھا کہ میں اور سید صبغۃ اللہ بروجی دونوں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور صحابۂ کرام اور اولیاے عظام کی ایک جماعت بھی موجود ہے انہیں میں

ایک صاحب ایسے ہیں جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لب شریں سے تبسم آمیز گفتگو فرما رہے ہے اوران کی جانب توجہ خاص رکھتے ہیں جب یہ مجلس برخاست ہوئی تو میں نے سید صبغۃ اللہ صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے جن کی جانب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو درجۂ التفات ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ میر عبدالواحد بلگرامی ہیں اور اس عزت وکرامت کا باعث یہ ہے کہ ان کی تصنیف کردہ کتاب سبع سنابل شریف بارگاہ نبوی سے شرف قبول پا چکی ہے"۔

[فتاویٰ رضویہ مترجم جلد۔۲۱،صفحہ ۵۶۴،۵۶۵]

حضرت تاج الفحول کے کلام میں ذات باری تعالیٰ کے لیے لفظ عاشق کا استعمال:

امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ممدوح گرامی تاج الفحول محبّ رسول علامہ شاہ عبدالقادر بدایونی نے اپنے منظوم کلام میں اللہ رب العزت کی ذاتِ وحدہ لاشریک پر لفظ عاشق کا اطلاق کیا ہے چناں چہ پیر پیراں میر میراں شاہ جیلاں غوث الاعظم شیخ عبدالقادر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں فرماتے ہیں:

تیرا عاشق ہے خود غفار یا غوث   جہاں ہو کیوں نہ تابعدار یا غوث

فقہ وفتاویٰ، حدیث وتفسیر، عقیدہ وکلام، غرض کہ علوم اسلامیہ وعصریہ کے ہر میدان میں امام احمد رضا قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں۔ انہوں نے تمام علوم وفنون میں درجۂ امامت پر فائز ہوکر دین متین کی خدمات انجام دیں اور تمام نگارشات کو استناد وماٗ خذ کا درجہ حاصل ہوا۔ ان کو اصول وفروع میں اگر کسی شخصیت پر اعتماد کلی حاصل تھا تو وہ ان کے والد گرامی مولانا نقی علی خان اور تاج الفحول محبّ رسول علامہ عبدالقادر قادری بدایونی کی ذات ستودہ صفات تھیں جن کے تعلق سے امام اہل سنت امام احمد رضا فرماتے کہ ان کے فتوی پر آنکھیں بند کر کے عمل کر سکتا ہوں۔

چناں چہ خود فرماتے ہیں:

''ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول وفروع وعقائد وفقہ سب میں اعتمادِ کلی کی اجازت تھی۔ اول اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد حاش للہ نہ اس لیے کہ وہ میرے والد ووالی ولی نعمت تھے بلکہ اس لیے کہ الحق والحق اقول، الصدق واللہ یحب الصدق، میں نے اس طبیبِ صادق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب وعجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔

دوم والا حضرت تاج الفحول محبِ رسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہ الشریف پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی صحبت رہی، ان کی سی وسعتِ نظر وقوتِ حفظ وتحقیقِ انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب وماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ آنکھیں بند کر کے اس کے فتوی پر عمل ہو۔''

[فتاوی رضویہ قدیم ج ۱۲ ص ۱۳۰،۱۳۱]

مولانا نقی علی خاں کی تحریر میں لفظ عاشق کا استعمال:

امام اہل سنت امام احمد رضا کے والد بزرگوار امام المتقین علامہ مفتی نقی علی خان علیہ الرحمہ جن کے علمی مقام ومرتبہ کے بارے میں امام اہل سنت خود کہہ چکے ہیں کہ انہیں اصول وفروع میں صرف دو عالم دین (حضرت والد گرامی اور حضرت تاج الفحول) پر اعتماد کلی حاصل تھا، انہی کی شہرۂ آفاق تفسیر ''الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح'' جس کا تفصیلی مقدمہ خود امام اہل سنت اعلی حضرت نے رقم فرمایا ہے، اس میں لکھتے ہیں:

''دعوائے عشق ومحبت کے دو گواہ [۱] ذکر مدام [۲] فکر تمام،

عشق ذکر سے پیدا ہوتا ہے، لایزال العبد یذکرنی حتی عشقنی و عشقته اور عاشق بے یادِ معشوق نہیں رہتا"من احبّ شیئاً اکثر ذکرہ۔" [الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح ص:۳۹۱]

عالم ربانی مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ علم شریعت وطریقت دونوں میں یکساں درک وکمال رکھتے تھے۔ چناں چہ روز وصال ان کے احوال وآثار پر خود امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں:

"روز وصال نمازِ صبح پڑھ لی تھی۔ اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے جب چند انفاس باقی رہے ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالت بے ہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے جس وقت روح پُرفتوح نے جدائی فرمائی۔ فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم۔ ایک نور ملیح اعلانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا۔ اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے۔ یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی پچھلا کلمہ کہ زبان فیض ترجمان سے نکلا۔ لفظ اللہ تھا وبس اور تحریر کہ دست مبارک سے ہوئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔" [الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح تحت حالات مصنف]

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے جن دو شخصیات پر اصول وفروع میں کامل اعتماد واطمینان ظاہر فرمایا ان دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی نگارشات میں عشق کی نسبت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف کی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ عاشق کا اطلاق ذات

باری پر جائز و درست ہے۔

کلام آسی علیہ الرحمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف لفظ عاشق کی نسبت:

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے معاصر عالم دین اور حق آگاہ شاعر حضرت شاہ عبد العلیم آسی غازی پوری نور اللہ مرقدہٗ نے بھی اپنے کلام میں لفظ عاشق کی نسبت ذات باری کی طرف کی ہے چناں چہ وہ فرماتے ہیں:

محمد ہیں خدا کے عاشق زار　　　خدا ہے عاشق زار محمد

حضرت آسی غازی پوری علیہ الرحمہ اپنے عہد کے عظیم صوفی شاعر، روحانی پیشوا اور جید عالم دین ہیں۔ آپ کے علمی و روحانی مقام و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے ممدوح و مدّاح مخدوم الاولیا اعلیٰ حضرت اشرفی میاں قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''آپ علم حقائق کے بیان میں اپنے عہد کے حضرت امام شیخ محی الدین ابن عربی تھے۔'' [حیات مخدوم الاولیا محبوب ربانی، مصنف: مولانا شاہ محمود احمد قادری چشتی نظامی رفاقتی، ص۱۴۰]

حضرت آسی علیہ الرحمہ کے ایک شعر کے استفسار پر صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ یوں لکھتے ہیں:

''چوں کہ یہ شعر کسی بیباک زبان دراز کا کلام نہیں جس کی عادت ایسی ہو کہ جو جی میں آئے بک دے، بلکہ ایک واقف شریعت کی طرف منسوب ہے۔'' [فتاوی امجدیہ جلد سوم، ص۲۷۹]

اسی طرح حضرت سرکار آسی غازی پوری کے ایک شعر کے استفسار پر جانشین حضور مفتی اعظم ہند قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:

''قائل (حضرت سرکار آسی غازی پوری) اس کا ایک مرد حق آگاہ ہے۔'' [فتاویٰ تاج الشریعہ جلد اول ص۱۶۹]

مولانا محمد حفیظ الدین لطیفی کی تحریر میں اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ معشوق کا اطلاق:

امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ [ولادت:۱۲۷۲ھ۔ وفات: ۱۳۴۰ھ] کے ایک اور معاصر عالم دین، عظیم روحانی پیشوا، مرجع خلائق عابد و زاہد حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی نور اللہ مرقدہٗ [ولادت:۱۲۴۵ھ۔ وفات:۱۳۳۳ھ] اپنے مکتوبات میں ذات باری تعالیٰ کے لیے لفظ معشوق کا اطلاق کیا ہے چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

''لفظ عشق درائے معنی مصدری بدو معنہا ئے دیگر مستعمل است۔ یکے حالت است مر عاشق را نیز بنظرش در نیارد کہ گفتہ کہ: "العشق نار تحرق کل شئی ماسویٰ الحبیب۔" یعنی عشق آتشے است کہ غیر دوست ہر چیزے رامی سوزد و نور وحدت در دیدۂ عاشق می افروزد۔ اے کاش! اگر عاشق راچنیں حالت با معشوق حقیقی روزی بود تا البتہ یکے از واصلان بارگاہش شود و اگر مبادا با معشوق مجازی ہمیں حالت مراورا در رسد تا بشرط محض بے غرضی و عدم بوالہوسی وغیر ہوائے نفسی بآخر کار جانب معشوق حقیقی مراورا در کشد۔

ترجمہ: لفظ عشق معنیٰ مصدری کے اعتبار سے دوسرے دو معنوں میں بھی مستعمل ہے؛ ایک: حالت ہے جو عاشق کے لیے خاص ہے نیز یہ کہ اس کی نظر میں کچھ نہیں آتا۔ کہا گیا ہے کہ عشق ایک ایسی آگ ہے جو محبوب کے علاوہ ہر چیز کو جلا دیتی ہے یعنی عشق ایک آگ ہے جو دوست کے علاوہ ہر چیز کو جلا دیتی ہے اور نورِ وحدت عاشق کی آنکھ میں چمکتا ہے۔ اے کاش! عاشق کو اگر معشوق حقیقی کے ساتھ یہ حالت نصیب ہو تو وہ ضرور مقربینِ بارگاہ میں شامل ہو جائے گا۔ اگر خدانخواستہ اس کی یہ حالت معشوق مجازی کے ساتھ ہو لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں کوئی غرض، بوالہوسی اور نفس پرستی وغیرہ نہ ہو

تو پھر یہی اسے آخر کار معشوق حقیقی کی جانب پہنچا دیتی ہے۔[از ہر]

عاشقے گرزیں سرگزران سراست

عاقبت مارابداں شہ رہبراست

ترجمہ: وہ عاشق جو اس خیال میں ہو دوسرے خیالوں کو ترک کرنے والا ہو اور انجام کار ہمارے لیے پروردگار اس کا رہبر ہے۔

ومعنی دیگر ایں کہ عشق عین ذات واجب الوجود مبدأ ہر عاشق ومعشوق واصل ہر موجود است دمے بکسوت معشوقے برآید و دمے دیگر بلباس عاشقی درآید آرے۔

دوسرا معنی: یہ کہ عین ذات واجب الوجود سے عشق ہر عاشق ومعشوق کا مبدأ اور ہر موجود کی اصل ہے۔کبھی وہ کسی معشوق کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے تو کبھی کسی عاشق کے پوشاک میں۔ [از ہر]

[مکتوبات لطیفی، مطبوعہ سلیمانی پریس گائے گھاٹ بنارس طبع اول ۱۹۲۸،مکتوب نمبر ۲۶،ص ۳۲]

مذکورہ مکتوب میں غور فرمائیں تو یہ واضح ہوگا کہ حضرت شاہ حفیظ الدین لطیفی نور اللہ مرقدہ نے دو مقام پر صراحتاً ذات باری پر لفظ معشوق کا اطلاق کیا ہے۔اس عبارت کے معاً بعد معشوق مجازی کا لفظ وارد ہے جو مذکورہ عبارت میں معشوق حقیقی سے باری تعالی کی ذات مراد ہونے پر قوی دلیل ہے۔

واضح رہے کہ مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی وہ عالم دین ہیں جو ندوہ کے خلاف اہل سنت وجماعت کی طرف سے چلنے والی تحریک کے تمام اجلاس (پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا) میں بنفس نفیس شریک وسہیم رہے۔امام احمد رضا قدس سرہ کے افکار ونظریات کی ترجمانی اور تصدیق کی، پہلا جلسہ جو ۷رجب المرجب ۱۳۱۸ تا ۱۱رجب المرجب عظیم آباد (پٹنہ بہار)

میں منعقد ہوا جس میں امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی کے لیے مجدد ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اس میں شاہ حفیظ الدین لطیفی بنفس نفیس موجود رہے اور مجدد کی تصدیق و توثیق فرمائی۔ اس جلسے کی روداد کا تذکرہ امام احمد رضا قدس سرہ کے تلمیذ خاص مظہر اعلیٰ حضرت علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' میں کیا ہے جس میں انھوں نے مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے: ''حضرت والا درجت جناب صوفی باصفا مولانا مولوی محمد حفیظ الدین صاحب حنفی صدر مدرس مدرسہ عالیہ خانقاہ سہسرام سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ عشقیہ لطیفیہ رحمٰن پور ضلع پورنیہ (اس وقت کٹیہار ضلع پورنیہ میں شامل تھا)۔ دوسرا جلسہ: کلکتہ، تیسرا جلسہ: بنگلور اور چوتھا اور آخری جلسہ مدراس ۱۳۲۰ھ میں منعقد ہوا جس میں ندوی تحریک کی روح مر گئی اور جسم مردہ ہو گیا۔ ان تمام جلسوں میں شریک رہ کر شاہ حفیظ الدین نے اپنی حمیت کا ثبوت دیا۔

ایک شبہہ:

کتب فقہ میں یہ مصرّح ہے کہ کسی لفظ میں معنی محال کا ایہام ہو تو اس کا اطلاق ذات باری پر جائز نہیں تو لفظ عاشق یا عشق کے معنی میں معنی محال کا ایہام موجود ہے تو اس کا اطلاق ذات باری پر کیوں کر جائز ہوگا؟

ردالمحتار میں ہے:

"مجرد ایهام اللفظ مالایجوز کافٍ فی المنع"

ترجمہ: کسی لفظ میں معنی محال کا ایہام ممانعت کے لیے کافی ہے۔

لفظ عاشق جس کا ایک معنی جنون و مستی ہے اور جنون و مستی اللہ تعالیٰ کے لیے محال تو اس کا اطلاق ذات باری پر کیوں کر جائز ہوگا؟

ازالۂ شبہہ:

جس لفظ میں معنی محال کا ایہام ہو بلا شبہہ ذات باری پر اس کا اطلاق محال و ممنوع ہے لیکن جس لفظ میں معنی محال کا ایہام نہ ہو بلکہ احتمال ہو تو وہ ممنوع و محال نہیں اور مسئلہ

مبحوث عنہا میں معنی محال کا ایہام نہیں بلکہ احتمال ہے اور یہ ممنوع نہیں۔

امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

''ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال و لو ضعیفا بعیدا۔ [احکام شریعت ح ۱ ص ۸۷]

ایہام واحتمال میں فرق:

ایہام واحتمال میں کیا فرق ہے؟ اس سلسلہ میں امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ خود فرماتے ہیں:

''ایہام واحتمال میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں تبادر درکار ہے۔ ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے۔

تلخیص میں ہے: الایھام ان یطلق لفظ له معنیان قریب و بعید و یراد بالبعید. ایہام یہ ہے کہ ایک لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں۔ قریب اور بعید اور مراد بعید معنی ہو۔

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں:

الایھام و یقال له التخییل ایضا وھو ان یذکر لفظ له معنیان قریب و غریب فاذا سمعه الانسان سبق الی فھمه القریب ومراد المتکلم الغریب و اکثر المتشابھات من ھٰذا الجنس و منه قوله تعالیٰ والسمٰوٰت مطویٰت بیمینه۔

ایہام کو تخییل بھی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ کوئی لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معانی ہوں۔ ایک قریب الفہم، ایک بعید عن الفہم، پس جس وقت انسان اس لفظ کو سنے اس کے فہم کی طرف قریب معنی سبقت کرلے اور مراد متکلم کی معنی بعید ہو اور اکثر متشابہات اسی جنس

سے ہیں۔اور اسی قسم سے ہے فرمان اللہ تعالیٰ کا اور آسمان لپیٹے ہوئے ہیں اس کے داہنے ہاتھ میں۔

''مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کوئی کلام منع وطعن سے خالی نہ رہے گا''۔

[احکام شریعت ح ۱، ص ۸۷]

متکثر المعانی لفظ خواہ مشترک ہو یا منقول، حقیقت ہو یا مجاز وہاں کوئی ایسا قریب یا بعید خفی یا جلی قرینہ نہیں جو معنی کی تعیین کرے تو اس وقت عرف کا اعتبار کر کے معنی متعین کریں گے؟ عرف عام جس معنی کا داعی ہو وہی معنی شرعاً معتبر ہوگا۔

اس لیے جس قول میں معنی محال کا احتمال ہو تو سب سے پہلے یہ دیکھا جائے گا کہ قائل مومن ہے یا کافر؟ مومن ہے تو عام ہے یا خاص؟ اور اگر خاص ہے تو وہ کس درجے کا ہے؟ ظاہر بین ہے یا باطن بین؟ معنی کی تعیین میں قائل کا تشخص اور اعتقاد و نظریہ سبب ترجیح قرار پائے گا اور اسی اعتبار سے قول کا معنی بھی متعین و متبین ہوگا۔

علامہ ابن حجر کی ''الاعلام'' میں ہے:

''اذا کان محتملاً لمعانٍ فان کان فی بعضھا اظھر حمل علیه و کذا ان استوت و وجد لا حدھما مرجح''

[الاعلام ص ۸]

عربی کا معروف مقولہ ہے:''انبت الربیع البقل ''جس کا معنی ہے کہ موسم بہار نے سبزی اگایا اور کافر کا اعتقاد بھی یہی ہے کہ سبزی کا پیدا کرنے والا موسم بہار ہے۔ مذکورہ جملہ کافر کہے تو یہ حقیقت ہوگا کیوں کہ وہ اس کے اعتقاد و نظریے کے مطابق ہے لیکن کوئی مومن کہے تو معنی مجازی ہوگا کیوں کہ ظاہری معنی مومن کے اعتقاد اور نظریے کے خلاف ہے،مومن کا اعتقاد ہے کہ خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور موسم بہار اس کا سبب ہے لہٰذا مومن یہ جملہ بولے تو مجاز پر محمول ہوگا اور کافر بولے تو حقیقت پر محمول ہوگا، اس لیے مومن بولے گا

تو اس کی مناسب تاویل کی جائے گی نہ کہ تکفیر و تضلیل کیوں کہ جملہ کے معنی کو درست قرار دینے کے لیے جواز کا ایک پہلو موجود ہے۔

اسی طرح ایک ہی لفظ کے کئی معانی ہوں ایک معنی کا اطلاق ذات باری پر صحیح ہو اور دوسرے معنی کا اطلاق صحیح نہ ہو اور دونوں ہی معنی متساوی الفہم ہو تو قائل اگر عارف حق آگاہ ہے اور لفظ کا صحیح معنی و مصداق ان کے نزدیک متعین و متبین ہے تو اس کے لیے ذات باری پر اس لفظ کا اطلاق جائز و درست ہوگا۔ برخلاف اس کے جس کے نزدیک معنی متعین و متبین نہیں اس کے لیے ذات باری پر اس لفظ کا اطلاق جائز نہیں ہوگا۔

قرآن کریم میں بے شمار مقامات ایسے ہیں کہ اس کے ظاہری معنی کی نسبت ذات باری کی طرف جائز نہیں لیکن ان آیات مقدسہ پر ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جو بھی مراد ہے وہ حق ہے اور ہم شان باری تعالیٰ کے مناسب ترجمہ کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر آیت کریمہ ”یداللہ فوق ایدیھم“ میں ید کی نسبت ذات باری کی طرف معنی حقیقی کے اعتبار سے جائز نہیں کیوں کہ ید کا حقیقی معنی ہے ہاتھ والا ہونا۔ علمائے متقدمین و متأخرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی کا جسم و جسمانیت اور جہت و مکان سے تنزیہ لازم ہے کیوں کہ جو چیز جہت و مکان میں ہو اس کو حرکت و سکون حدوث و تغیر لازم ہے جو شان باری تعالیٰ کے خلاف ہے اس لیے اگر کوئی مسلمان ید کا معنی حقیقی مراد لے تو وہ گمراہ قرار پائے گا۔ تو ید سے مراد اللہ کا فضل و احسان اور جود و نوال ہے۔ آیت مقدسہ میں لفظ ید کا ایک معنی ذات باری تعالیٰ کے لیے ممنوع ہے مگر اس لفظ کی نسبت اللہ کی طرف ہے تو یہ ایمان ضروری ہے کہ جو بھی مراد ہے وہ حق ہے۔ اس سے واضح ہے کہ لفظ میں اگر چہ معنی ممنوع کا احتمال ہے مگر چوں کہ ایک معنی صحیح ہے اس لیے ید کی نسبت ذات باری تعالیٰ کی طرف صحیح ہے۔

رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ[المائدة: ٦٤]

ترجمہ: بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کشادہ (کھلے ہوئے) ہیں۔
ایک دوسری آیت میں رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:
وَالْأَرْضُ جَمِيعاً قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ [الزمر:٦٧]
ترجمہ: قیامت کے دن سب زمینیں اس کی مٹھی میں ہوں گی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔
اسی طرح لفظ وجہ کا حقیقی مفہوم چہرہ ہے اور چہرہ جسم کو مستلزم ہے جب کہ اللہ تعالی جسم سے منزہ ہے تو وجہ کا حقیقی مفہوم بھی مراد لینا صحیح نہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ [بقرہ:١١٥]
ترجمہ: سو تم جس طرف بھی پھرو وہی اللہ کا چہرا ہے۔
اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے: الرحمٰن علی العرش استویٰ[طه:٥]
ترجمہ: رحمٰن عرش پر جلوہ فرما ہے۔
اسی طرح لفظ رحمٰن کا حقیقی معنی رقت قلب ہے اور رقت قلب جسم کی صفت ہے اور اللہ تبارک وتعالی جسم وجسمانیت سے پاک ہے لہٰذا رحمٰن ورحیم سے فضل واکرام مراد ہے۔
تفسیر بیضاوی میں ہے:

”(الرحمٰن الرحیم) اسمان بنیا للمبالغة من رحم کالغضبان من غضب، والعلیم من علم۔ والرحمة فی اللغة: رقة القلب وانعطاف یقتضی التفضل والاحسان۔ و منه الرحم لانعطافها علی ما فیها۔“

ترجمہ: رحمٰن اور رحیم دونوں مبالغہ کے اسم ہیں جو رحم سے مشتق ہیں جیسے غضبان غضب سے علیم علم سے۔ اور لغت میں رحمت کا معنی رقت قلب ہے یعنی نرم دل ہونا اور ایسا میلان جو تفضّل اور

احسان کا تقاضہ کرے اسی سے رحم مشتق ہے اس پر میلان کی وجہ سے جو اس میں ہے۔

اسی کے تحت حاشیہ میں ہے:

”ان حقیقة الرحمة یستحیل اطلاقها علی الله تعالیٰ، فتفسر بلازمها، کسائر ما ورد وصفه به مما استحالت حقیقته، کالرضا، والغضب، والضحك“۔

ترجمہ: یعنی رحمت کے حقیقی معنی کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر محال ہے۔ لہٰذا رحمت کا لازمی معنی مراد لیا جائے گا۔ جیسا کہ ان تمام صفات باری تعالیٰ کہ جس کا اطلاق ذات باری پر معنی حقیقی کے اعتبار سے محال ہے اس میں اس کا لازم معنی مراد ہے۔ جیسے، رضا، غضب اور ضحک وغیرہ۔

اسی طرح استویٰ اور آیت کریمہ ءَاَمِنْتُم من فی السماء أن یخسف بکم الارض فاذا هی تمور [الملك،١٦] کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے جبھی وہ کانپتی رہے۔

اور: الیه یصعد الکلم الطیب العمل الصاح یرفعه[فاطر: ١٠]

ترجمہ: پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل کو اللہ بلند فرماتا ہے۔

یوں ہی: تعرج الملائکة والروح الیه [المعارج: ٤]

ترجمہ: فرشتے اور جبرئیل اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

مذکورہ آیات بینات سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ثابت ہوتی ہے حالاں کہ جمہور مسلمین کا عقیدہ و نظریہ اس کے برخلاف ہے تو معلوم ہوا کہ ذو معنی لفظ کا استعمال مطلقاً منع نہیں اور مطلقا مباح بھی نہیں۔

اشکال:

اس مقام پر کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ مذکورہ شبہہ کے ازالے کے لیے ان آیات مبارکہ سے استدلال صحیح نہیں کیوں کہ یہ تمام آیات رب تعالیٰ کے کلام ہیں جس کی صحیح مراد اللہ سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں ہم بندے اس مرادالٰہی تک پہنچنے اور اسے کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہیں اس لیے ہم ان کلمات اِلٰہیہ کی کوئی مناسب توضیح کرتے ہیں جس کی یہاں گنجائش ہے، لیکن بندوں کے کلام میں یہ معاملہ نہیں اس لیے یہاں اس کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

دفع اشـــــکال :

بظاہر یہ اشکال قوی معلوم ہوتا ہے لیکن معمولی باریک بینی سے ملاحظہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ اشکال بہت معمولی ہے کیوں کہ دونوں کا محل ایک ہے اس لیے بندوں کے ذومعنی کلام پر کلام خداوندی سے استدلال کرنے میں کوئی حرج نہیں، دونوں کا محل ایک ہونے کا معنی یہ ہے کہ جس طرح کلام اللہ میں دومعانی کے محتمل الفاظ میں کفریہ معنی مراد ہونے سے مومن کا ایمان خطرے میں ہے۔ٹھیک اسی طرح بندے کے ذومعنی کلام میں اگر مناسب معنی پر کلام کو محمول نہ کیا جائے تو ایمان خطرے میں پڑ جاے یا حرام کا ارتکاب لازم آئے گا اس لیے یہاں بھی وہی معنی مراد ہوگا جو رب تعالیٰ کے شایان شان ہے البتہ ایسا ذومعنی جملہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لیے بولنا اگر چہ کفر وحرام نہیں تاہم عام آدمی کے لیے منع ضرور ہے۔اس لیے وہاں مناسب تاویل کی جاتی ہے تاکہ ایمان جیسی عظیم پونجی ہاتھ سے نہ جانے پائے۔

الفاظ کی قسمیں اور خدا ورسول کے تعلق سے انتخاب الفاظ کا صحیح معیار:

مناظر اعظم ہند فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی مدظلہ العالی نے قرآن وحدیث اور کتب فقہ ولغات کی عبارتوں کی روشنی میں الفاظ کے معانی کی تعین اور اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعلق سے صحیح انتخاب کے لیے بڑے واضح انداز میں اصول قلمبند فرمایا ہے افادۂ عام کی خاطر من وعن پیش کی جاتی ہے۔

(ا)● الف: لفظ کے معنی متعین ہوں یعنی اس میں کسی اور معنی کی صلاحیت نہ رہے تو اس لفظ کو متعین المعنی کہیں گے۔

● ب: لفظ کے معنی متعین نہ ہوں یعنی اس میں دوسرے معنی کی بھی صلاحیت ہو تو اگر کوئی معنی قریب الفہم ہو اور کوئی معنی بعید الفہم اور معنیٰ بعید الفہم مراد ہونے پر کوئی قرینۂ خفیہ بھی نہیں یا دونوں معنی متساوی الفہم ہوں اور قرینۂ ظاہرہ سے کوئی معنی راجح ہو تو اس کو ''ظاہر المعنیٰ'' کہتے ہیں۔ جیسے کسی نے اپنی بیوی سے کہا''انت طالق'' تو لفظ طالق میں قید نکاح سے رہائی کی بھی صلاحیت ہے اور قید دین وغیرہ سے بھی رہائی کی صلاحیت ہے۔ مگر پہلا معنی قریب الفہم ہے اور دوسرا معنی بعید الفہم اور اس معنی بعید الفہم کے مراد ہونے پر کوئی قرینۂ خفیہ بھی نہیں۔

● ج: لفظ کا کوئی معنی قریب الفہم ہو اور کوئی معنی بعید الفہم اور بعید الفہم معنی کے مراد ہونے پر قرینۂ خفیہ ہو تو اس کو ایہام و توریہ کہتے ہیں۔

علامہ سید شریف اپنی کتاب ''التعریفات'' میں فرماتے ہیں:

''الایہام یقال له التخئیل ایضا وھو ان یذکر لفظ له معنیان قریب و غریب فاذا سمعه الانسان سبق الیٰ فھمه القریب و اکثر المتشابھات من ھٰذا الجنس الخ۔''

ترجمہ: ایہام جسے تخئیل بھی کہتے ہیں یہ ہے کہ ایسا لفظ استعمال کیا جائے جس کے دو معانی ہوں قریب، غریب سننے والے کا ذہن معنی قریب کی طرف سبقت کرے اور متکلم کی مراد معنی غریب

ہو۔اکثر متشابہات اسی قبیل کے ہیں۔

● د: لفظ میں کئی معنوں کی صلاحیت ہو اور سب معانی متساوی الفہم ہوں لیکن کوئی معنی عوام کے ذہن سے زیادہ قریب ہوتو اس کو راجح الاحتمال کہیں گے جیسے فارسی میں لفظ ''پیش'' بارگاہ کے معنی میں بھی مستعمل ہےاور جہت مقابل کے معنی میں بھی۔لیکن دوسرا معنی عوام کے ذہن سے زیادہ قریب ہے۔اس لیے فارسی میں لفظ ''پیش'' بہت مقابل کے لیے راجح الاحتمال ہے۔

● ہ: لفظ کے بھی معانی متساوی الفہم ہوں اور کسی معنی کے رجحان پر کوئی قرینہ نہ ہوتو اسے محتمل التساوی کہیں گے جیسے لفظ ''علم'' کا اطلاق علم ذاتی پر بھی شائع و ذائع ہے۔اور علم عطائی پر بھی شائع و ذائع ہےتو لفظ علم محتمل التساوی ہوا۔

حضرت شیخ محقق فرماتے ہیں۔

اگر لزوم اشکال وعدم آں در فہم وتبادر ومتجاذب ومتساوی اندلا جرم برحکم تجاذب کلام نیز مشکوک ومتنازع فیہ باشد۔

ترجمہ: اگر فہم وتبادر میں اشکال وعدم اشکال دونوں متساوی ہیں تو اس برابری کی وجہ سے حکم بھی لامحالہ مشکوک ہوگا۔

خدا ورسول کے تعلق سے انتخاب الفاظ کا صحیح معیار:

(۲)● الف: یہ امر تو مسلم ہے کہ خدا ورسول کی تعظیم ایمان واسلام ہےاس لیے خدا ورسول کے تعلق سے ایسے الفاظ کا استعمال جو معنی تعظیم میں متعین ہوں سب سے اچھا ہے۔

● ب: اور ایسے الفاظ کا استعمال جو معنی تعظیم میں ظاہر ہوں بہت اچھا ہے۔

● ج: اسی طرح ایسے الفاظ کا استعمال جو راجح التعظیم ہوں اچھا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

"وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا۔" [سورۃ الاعراف: ۱۷۹] اور اللہ ہی کے لیے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو۔

ردالمحتار میں ہے:

"یجب ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باسماء معظم۔" [ج ٦، ص ۷۵۴] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے میں ایسے الفاظ کا انتخاب ضروری ہے جن سے تعظیم ٹپکتی ہو۔

● د: اس کے برخلاف خدا و رسول کی توہین کفر و ہلاکت ہے۔ اسی لیے خدا اور سول کے تعلق سے ایسے الفاظ کا استعمال جو توہین کے معنیٰ میں متعین ہوں کفر یقینی، کلامی اجماع ہوگا۔

● ہ: ایسے الفاظ کا استعمال جو توہین کے معنیٰ میں ظاہر ہوں متکلمین کے نزدیک قابل توقف ہوگا۔ فقہا کے نزدیک کفر۔

علامہ ابن حجر کی "الاعلام" میں ہے:

"اذا کان محتملا لمعان فان کا فی بعضھا اظھر حمل علیہ و کذا ان استوت و وجد لاحدھما مرجح۔" [ص ۸] لفظ چند معانی کا محتمل ہو اور کوئی معنی خوب ظاہر ہو یا سبھی معانی مساوی ہوں اور کسی معنی کے لیے کوئی ظاہری وجہ ترجیح ہو تو لفظ کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا۔

● و: اور ایسے الفاظ کا استعمال جن میں توہین کا ایہام ہو کفر

تو نہیں البتہ ناجائز ہوگا۔

شامی میں ہے:

”مجرد ایھام اللفظ ما لا یجوز کان فی المنع۔“

[ج۶،ص۳۹۷] لفظ میں ناجائز معنی کا ایہام ہونا ہی ممانعت کے لیے کافی ہے۔

[تصغیر کی حقیقت اور کملی کا حکم، ماخوذ از ص:۲۱ تا ۳۰]

جوابِ ماحصل:

میری تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فتوی کی روشنی میں عام انسان کو اللہ تعالیٰ کے لیے ”عاشق“ بولنے کی اجازت نہیں ہے اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان قادری نور اللہ مرقدہ کے فتوی کی روشنی میں خاصان خدا کا اللہ کے لیے لفظ ”عاشق“ بولنا منع نہیں۔ یہی دونوں فتوے کا مفاد و ماحصل ہے۔ بحمدہ تعالیٰ مذکورہ توجیہات و تشریحات سے فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ تاج الشریعہ کے مذکورہ بالا دونوں فتوؤں کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے اور ظاہری تعارض مندفع ہو جاتا ہے، ھذا ماظھر لی والحق ما عند اللہ واللہ الموفق وھو المستعان ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ

محمد مبشر رضا ازھر مصباحی

نوری دارالافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ امام احمد رضا روڈ بھیونڈی

۷؍ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ/۱۳؍نومبر ۲۰۲۱ بروز سنیچر

مصنف کی قلمی خدمات اور فروغ رضویات

مفتی صابر رضا محبّ القادری نعیمی (کشن گنج)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ کی تعلیمات کے فروغ و اشاعت میں یوں تو دنیا کے بیش تر مدارس، جامعات، کالجز اور یونیورسیٹیز میں کام ہو رہا ہے اور ارباب علم و دانش کا ایک بڑا طبقہ مصروف عمل ہے لیکن آج راقم آپ کو ریاست بہار کا معروف خطہ سیما نچل ضلع پورنیہ بائسی کے ایک ایسے قابل فخر فاضل، جواں سال محقق اور رضویات کے ناشر و مبلغ اور بہت سے فنون کے ماہر کامل سے متعارف کرانے جا رہا ہے جو اپنی تحقیقات انیقہ سے فروغ رضویات میں اپنی ایک الگ شناخت اور نمایاں مقام بنا چکے ہیں اور صحیح معنوں میں وہ محتاج تعارف نہیں۔

سر دست آپ کی قلمی خدمات اور فروغ رضویات میں آپ کی مساعی جمیلہ کی چند جھلکیاں قارئین کی نذر کی جاتی ہیں۔

مروجہ علوم و فنون کی تحصیل اور تخصص فی الفقہ سے فارغ ہوتے ہی آپ ملک گیر پیمانے پر دشت پیمائی پر اتر پڑے، بڑے مشہور مدارس و مراکز میں بساط تدریس دراز فرما کر طالبان علوم نبویہ کو فیض یاب کیا، ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، جہاں کہیں رہے شمع انجمن رہے، میر بزم رہے، علمی گلشن رہے، شان ادارہ رہے، تقریباً تمام تعلیمی مراکز و مدارس میں اعلیٰ مناصب و مقام پر فائز رہے، منفرد شناخت کے ساتھ رہے، ایک ہی وقت میں استاد، مفتی، قاضی، مصنف، مؤلف، مترجم وغیرہ کی حیثیت سے آپ پر ذمہ داریاں عائد رہیں مگر آپ اپنی تمام تر ضروریات اور اپنی ذات سے متصف رشتوں کے تمام حقوق ادا کرتے رہے، یہی وجہ ہے کہ آپ جہاں گئے وہاں معیار تعلیم بہترین شاہراہ ترقی پر گامزن ہو گیا۔ طلبا کا خوابیدہ ذوق بیدار ہوا اور استفادہ کرنے والوں نے خوب خوب استفادہ کیا، دوسرے تمام اساتذہ، ارکان و ممبران آپ کی خدمات کے معترف و مداح رہے۔

تصنیفی وتالیفی خدمات:

قرطاس وقلم سے آپ کا رشتہ عہد طالب علمی کا ہے اور انتہائی مضبوط و مستحکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تدریسی، فتویٰ نویسی اور دیگر فلاحی و سماجی امور کی بے پناہ مصروفیات کے باجود آپ اب تک ایک درجن سے زائد کتب ورسائل تصنیف کر چکے ہیں آپ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب ورسائل کی اجمالی فہرست یہ ہے:

- میزان عدل کا تحقیقی جائزہ (مطبوعہ)
- حیلہ شرعی جواز وتقاضے (مطبوعہ)
- ایصال ثواب کی تحقیق (مطبوعہ)
- دو عاشق رسول کے روابط (مطبوعہ)
- فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو (مطبوعہ)
- ملفوظات سرکار نمازی قرآن وحدیث کی روشنی میں (مطبوعہ)
- شہاب ادارت (مطبوعہ)
- قصر صلاۃ کے جدید مسائل (مطبوعہ)
- حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم (مطبوعہ)
- نکاح وطلاق کا اسلامی تصور (غیر مطبوعہ)
- نظام قضا (غیر مطبوعہ)
- الاربعین (غیر مطبوعہ)
- مجموعہ فتاویٰ دو جلدیں مضامین ومقالات
- مولانا مسلم شاہد عالم: احوال وآثار (غیر مطبوعہ)
- صدف رنگ (مجموعہ مقالات)

اس پر مستزاد آپ نے کم وبیش ۱۵۰/ڈیڑھ سو سے زائد مطول ومختصر دینی، علمی اور تحقیقی مضامین قلم بند کیے ہیں جن میں سے بعض ملک کے کثیر الاشاعت روزناموں، ہفتہ

واری اخباروں، خصوصی ضمیموں، موقر جرائد و رسائل، ششماہی، سالناموں اور خصوصی شماروں میں شامل اشاعت ہوکر قارئین سے اعتماد واعتبار کی سند حاصل کر چکے ہیں، نیز مجلس شرعی مبارک پور اور شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے منتخب فقہی عناوین کے لیے مکمل پابندی کے ساتھ تقریباً تین درجن تحقیقی مقالے تحریر فرما چکے ہیں۔ آپ کے مضامین اور مقالات، فکر رضا کی جلوہ سامانیوں سے پُر ہوا کرتے ہیں بخوف طوالت مقالوں کی فہرست لکھنے سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ الرحمٰن جلد ہی آپ کے گراں قدر اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ قارئین کی نگاہوں کو ٹھنڈک پہونچائے گا۔

● **مدیر اعزازی/ مدیر مسئول، رکن مجلس شوری:**

آپ بیک وقت چار رسالوں میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں (مجلّہ المختار کلیان بحیثیت مدیر اعزازی، سالنامہ البرھان جبل پور مدیر اعزازی، پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور بحیثیت مشیر اور سالنامہ الانکشاف سیمانچل کے مدیر ہیں) بلاشبہہ یہ اعزازات آپ کی قلمی کاوشوں اور تحریکی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

● **منصب شیخ الحدیث وصدر شعبہ افتا و تحقیق:**

بیک وقت دو جگہوں پر آپ تدریس وافتا سے وابستہ ہیں۔ نوری دار الافتا سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ میں فتوی نویسی کے ساتھ ساتھ شعبہ تحقیق کے طلبہ کو فتوی نویسی کی تربیت بھی دیتے ہیں۔

الجامعۃ الرضویہ کلیان مہاراشٹر جو اہل سنت وجماعت معروف بہ مسلک اعلی حضرت کا ترجمان ونقیب ہے آپ وہاں شیخ الحدیث اور صدر شعبہ افتا کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں یہاں بھی شعبہ تحقیق قائم ہے اور اس شعبہ کی مکمل نگرانی اور تربیت وتدریس آپ ہی کے ذمہ ہے۔ بلاشبہہ یہ ساری خدمات آپ کی فقہی بصیرت پر واضح ثبوت ہیں۔

● **المجدد جداریہ میں بحیثیت مدیر اعلی:**

ممدوح گرامی کے دوران طالب علمی میں جب جامعہ امجدیہ گھوسی میں عربی زبان

میں جداریہ بنام ''المجدد'' ہفت روزہ نکلتا تھا تو اساتذہ کے مشورہ سے آپ کی جماعت کے طلبہ نے آپ کو مدیر اعلیٰ منتخب کیا تھا اور آپ بحسن وخوبی اس ذمہ داری کو نبھاتے تھے اس سے اندازہ ہوا کہ دوران طالب علمی ہی سے قرطاس وقلم سے جڑے ہوئے ہیں۔

فروغ رضویات میں آپ کی خدمات اور کارنامے:

آپ نے جس چمن میں آنکھیں کھولیں، مسکرایا وہ چمن فیضان رضویت سے لالہ زار بنا ہوا تھا، حضور مفتی اعظم ہند کا ورود مسعود اور پھر والد محترم کی دامنِ مفتی اعظم سے وابستگی، بریلی شریف سے دل بستگی کا رنگ، قدم قدم پر نشان راہ متعین کر رہا تھا، خاندان کے بزرگ عالم مولانا عبدالعزیز صاحب قبلہ مفتی اعظم ہند کے مرید صادق اور بعض کے بقول ماذون ومجاز بھی تھے، آپ کے پھوپھا حضرت مولانا مسلم شاہد مظہری بھی رضوی تھے اور خاندان کی اکثریت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھی، اور پورا خاندان علم دوست تھا یہی سبب ہے کہ مفتی اعظم ہند کے بعد تاج الشریعہ اور دیگر بہت سے اکابر کے ساتھ شاہزادگان امام احمد رضا آپ کے مولد ومسکن میں نزول فرماتے رہے۔

۱۹۶۲ء میں پہلی بار ۱۱، ۱۲، ۱۳، شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ بمطابق ۱۸، ۱۹، ۲۰، جنوری میں حضور مفتی اعظم ہند جنتا ہاٹ تشریف لائے پھر اسی سال سے عرس رضوی کا مثالی پروگرام منعقد ہوا اور اس میں اولین قیادت آپ ہی کے بڑے چچا مولانا عبدالعزیز رضوی علیہ الرحمہ اور خاندان کے بزرگوں نے فرمائیں، یہ پروگرام کامیابی کے اعتبار سے اپنی نوعیت کا منفرد ثابت ہوا، اور لوگوں میں ذوق وشوق کے ساتھ عرس رضوی کے انعقاد کا جذبہ پیدا کر دیا، بریلی شریف کی جانب ساکنان بائسی کی توجہات کو مبذول کرا دیا، جگہ جگہ پر عشاق اپنے امام عشق ومحبت کے نام اعراس وتقریبات منعقد کرنے لگے اور اب تو حال یہ ہے۔

جس سمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے ۔۔۔ وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے

گویا ان کے خاندان کی قیادت میں لگایا ہوا پودا ایسا برگ وبار ہوا کہ علاقہ بھر میں

عرس رضوی کی بہاریں دیکھنے کوملتی ہیں اور یہی نہیں بلکہ حضور مفتی اعظم ہند کے وصال پر آپ کے خاندان ہی سے باضابطہ عرس نوری کے انعقاد کا سلسلہ شروع ہوا ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے، ہرطرف رنگ رضا اورفکر رضا کی بہاریں ہیں، خاندان کا ہرخرد وکلاں امام احمد رضا اوران کے خاندان کا شیدائی ہے لہٰذا یادرہے کہ اسی پرکیف اور پر بہار ماحول میں آپ کی پروش وپرداخت ہوئی۔

کسی بھی ذات کا اپنے گرد وپیش کے ماحول سے متاثر ہونا ایک فطری بات ہے، مفتی صاحب قبلہ بھی خوب متاثر ہوئے اور پشتینی وموروثی محبت رضا کا دل ودماغ پر شمع فروزاں ہوااورنہاں خانہ دل کومنور وتابناک کرتا چلا گیا یہاں تک کہ جب آپ راہ علم کے مسافر ہوئے اورشعور کی منزل پرقدم رکھا تو تجسس بڑھا،تعلیمات رضا،افکار رضا،تحقیقات رضا کو پڑھنے کا شوق پروان چڑھا اوراپنے عہد طالب علمی ہی سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کی کتب اوررسائل کا مطالعہ شروع کردیا حتی کہ آپ کی تصنیفات وتالیفات اورعلمی تحقیقات و تنقیحات سے دلچسپی بڑھی اور بالاستیعاب مطالعہ کے عادی ہوگئے اپنی علمی وتحقیقی، تصنیفی و تالیفی اورفتویٰ نویسی جیسے اہم امور میں امام احمد رضا قدس سرہٗ کی تحقیقات سے استناد کرنا آپ کی فطرت ثانیہ بن گئی،آپ نے زمانہ طالب علمی سے اب تک رضویات کے حوالے سے بڑے گراں قدر کارنامے انجام دیے ہیں ان سب پر بروقت تفصیلی بحث تو نہیں کی جاسکتی ہے لیکن یہاں پر بطورنمونہ تحقیقی علمی تصنیفی،تالیفی،اور فقہی خدمات سے کچھ خاص مثالیں آپ قارئین کی نذر کرتا ہوں تاکہ رضویات کے باب میں ان کی خدمات اور پھر تعلیمات رضاوذات رضا سے ان کی عظیم نسبت معلوم ہوسکے۔

●الامام احمد رضا ومآثرہ العلمیہ:

جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے دور طالب علمی میں امام احمد رضا کی نسبت سے عربی زبان میں لکھا گیا پہلا مقالہ ہے جسے طلبہ نے کافی پسند کیا اورخوب خوب داد وتحسین اور دعاؤں سے نوازا۔

● **والدین پر اولاد کے حقوق فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں:**

حقوق شناسی کے حوالے سے یہ آپ کا ایک تحقیقی معلوماتی مضمون ہے جو اردو ٹائمز ممبئی میں شائع ہوا اس مضمون کو مبرہن کرنے میں فتاویٰ رضویہ اور امام احمد رضا قدس سرہٗ کے رسالہ مبارکہ مشعل الارشاد سے استفادہ کیا، یہ مضمون اس قدر بسیط ہے کہ علمی حلقوں میں اس کو غیر معمولی پذیرائی ملی اس کی اشاعت پر علما نے تبریک وتہنیت کے کلمات پیش کیے۔

● **فتاویٰ رضویہ کا اصلاحی پہلو:**

دعوت واصلاح اور رد بدعات ومنکرات سے متعلق اہم اور عام مسائل کی آسان اور سلیس پیرائے میں پیش کرنے کی ایک قابل قدر کوشش کی گئی ہے، جو آپ کی وسعت مطالعہ اور فروغ رضویات میں نمایاں کوشش ہے۔

● **امام احمد رضا اور اصلاح امت:**

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے عرس صد سالہ کی مناسبت سے ۲۹، ۳۰ دسمبر ۲۰۱۸ کو تنظیم علماے اہل سنت اتر دیناج پور کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار میں آپ نے مذکورہ مقالہ تحریر فرمایا، جو مجموعہ مقالات عرفان امام احمد رضا میں شائع ہو چکا ہے، گزشتہ سال یادگار رضا ممبئی ۲۰۲۱ء اور رضا بک ریویو پٹنہ میں بھی شائع ہوا۔

● **دو عاشق رسول کے روابط:**

یہ ایک مستقل رسالہ ہے جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی اور اعلیٰ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی اور دونوں خانوادے کے درمیان قائم ہونے والے علمی و ادبی، مسلکی و مذہبی، تبلیغی و اشاعتی تعلقات و روابط پر مشتمل ہے، جو بڑھتی دوریوں اور ناچاقیوں کو دور کر کے تعلقات و روابط بحال کرنے کی ایک محمود اور مستحسن سعی ہے اللہ کرے قبول ہو جائے۔

● **عظمت شہر نبی اور فتاویٰ رضویہ:**

فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے دیار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کو آپ نے اس مضمون میں بیان کیا ہے جو یقیناً مطالعہ کے قابل ہے۔

● نعت خوانی کا مروجہ طریقہ محمود یا مذموم: فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے:

نعت خوانی کے مروجہ طریقوں پر فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے آپ نے تفصیلی گفتگو کی ہے یہ مضمون ڈاکٹر امجد رضا امجد کی ادارت میں چلنے والے رسالہ میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

● امام احمد رضا اور حقوق العباد:

حقوق العباد کے احکام اور اس کی حفاظت و اہمیت پر امام احمد رضا کے علمی جواہر پاروں کو آپ نے اس میں جمع کر دیا ہے، یہ مضمون عرفان رضا مراد آباد مصلح اعظم نمبر ۲۰۲۱ء میں اشاعت کی منزلوں سے گزر چکا ہے۔

● شیخ سے محبت اور عصری تقاضے: فتاوی رضویہ کی روشنی میں

شیخ سے محبت اور عصری تقاضے کے زیر عنوان فتاوی رضویہ کے حوالہ سے ایک جامع اور خوبصورت مضمون ہے جو آج کے دور کے لیے نہایت اہم اور مفید ہے۔

● تاج الشریعہ بحیثیت متکلم:

یہ آپ کا ایک مستقل تفصیلی مقالہ ہے اس میں آپ نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے علم کلام پر قدرت و مہارت کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

● تاج الشریعہ نیشنل سیمینار و کانفرنس کا انعقاد:

ربیع النور ۱۴۴۰ھ مطابق دسمبر 2018ء میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے وصال پر قوم و ملت کو ان کی علمی و دینی خدمات سے روشناس کرانے کے لیے الجامعۃ الرضویہ کلیان مہاراشٹر کے زیر اہتمام صوبائی سطح پر ''تاج الشریعہ نیشنل سیمینار و کانفرنس'' منعقد ہوا جس میں ہندوستان کے ۳۰ سے زائد مشہور و معروف قلمکار نے شرکت فرمائی، اس سیمینار اور کانفرنس کی منصوبہ سازی، خاکہ بندی اور اس کے آغاز سے لے کر انعقاد اور پھر اختتام تک

آپ نے مستعدی کے ساتھ کلیدی کردار ادا کیا اور سیمینار کی عالمانہ نظامت فرمائی۔

● **تاج الشریعہ بحیثیت محدث:**

یہ آپ کا ایک گراں قدر، معلوماتی اور تحقیقی مقالہ ہے جو اپنے پیرو مرشد حضور تاج الشریعہ کی محدثانہ عظمتوں پر تحریر کیا گیا اور ''تاج الشریعہ نیشنل سیمینار'' میں پیش کیا گیا اور مجلہ المختار کلیان کے تاج الشریعہ نمبر میں بھی شائع ہوا ہے۔

● **تاج الشریعہ نمبر کی ترتیب و تدوین:**

تاج الشریعہ نمبر کی ترتیب و تدوین اور اشاعت میں آپ نے ایک باوقار عالم و مفتی اور نیازمند مرید کی حیثیت سے نمایاں کردار ادا کیا۔ مدیر مسئول حضرت مولانا محمد احمد رضا صاحب نے اداریہ میں آپ کی کاوش کا برملا اعتراف کیا ہے۔

● **فقہ و فتاویٰ کے ذریعہ رضویات کا فروغ:**

آپ کئی دار الافتا کے سرپرست اور مصدق ہیں جن میں سرفہرست مندرجہ ذیل دار الافتا کے نام پیش کئے جاسکتے ہیں۔

● **رضا دار الافتا ممبئی**

مفتی اعظم رضا مصباحی کے زیر اہتمام قائم کردہ دار الافتا اور ٹرسٹ ہے جس کے آپ سرپرست و مشیر ہیں، آپ کی تصدیق و تائید کے بغیر فتاوے جاری نہیں کئے جاتے۔

● **تاج الشریعہ دار الافتا نیو ممبئی:**

یہ دار الافتا دار العلوم چشتیہ برکات رضا نئی ممبئی میں قائم ہے جو آپ ہی کی نگرانی میں لوگوں کے مسائل کا شرعی حل اور دینی رہنمائی پیش کر رہا ہے، دار العلوم کے بانی قاری مذکر حسین جامعی نے آپ کو دار العلوم اور دار الافتا کا سرپرست تسلیم کیا وہاں بھی آپ کی تصدیق سے فتاوی صادر کیے جاتے ہیں۔

● **صحافت اور اخبار کے ذریعہ افکار امام احمد رضا کی ترجمانی بعنوان دینی رہنمائی:**

عروس البلاد ممبئی سے نکلنے والا کثیر الاشاعت روز نامہ ''اردو نیوز ممبئی'' کی

وساطت سے امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فتاویٰ اور آپ کے افکار ونظریات قوم تک پہنچا رہے ہیں اس میں دینی رہنمائی کے نام سے مخصوص کالم ہے جو آپ ہی کے نام اور کام کے لیے مختص ہے لوگوں کے دینی، شرعی سوالات کے علمی وتحقیقی جوابات آپ رقم فرماتے ہیں، قرآن وحدیث کتب فقہ خاص کر فتاویٰ رضویہ اور فکر رضا کے منہج پر یہ کام انجام دے رہے ہیں اور باضابطہ ہر جمعہ اس کی خصوصی اشاعت ہوتی ہے، یقیناً فروغ رضویات میں ایک بڑا کارنامہ ہے یہ سبھی جانتے ہیں کہ آج صحافت کے میدان میں اہل سنت و جماعت کے فرزندوں کا قحط پڑا ہوا ہے اور اکثر اخبارات پر بدعقیدوں کا تسلط ہے ان کے اختراعی اور غیر شرعی وہابی افکار ونظریات کی خوب اشاعت ہو رہی ہے، نسلیں برباد ہو رہی ہیں ایسے پُرفتن ماحول میں کسی اخبار کا مسلسل سنی رضوی تحقیقات کو شائع کرنا یہ ایک عظیم کارنامہ ہے اور مفتی صاحب کے معتمد ومعتبر قابل ومقبول ہونے کی شہادت ہے اور رضویات کے فروغ کا ایک ناقابل تسخیر باب ہے جس باب سے داخل ہو کر ہماری نسلیں درست رہنمائی حاصل کر رہی ہیں۔

● **جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ بائسی کی صدارت:**

آل انڈیا سنی تنظیم جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ بائسی پورنیہ بہار آپ کی صدارت میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ فقیہ اہل سنت مفتی صاحب کو سلامت وباکرامت رکھے اور یوں ہی ان سے خلق خدا کی دستگیری ہوتی رہے، اسلامیات ورضویات کے پرت در پرت کھول کر لوگوں کی رہنمائی کرتے رہیں۔ آمین یا رب العالمین

عکس تصدیقات

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً ومصلیاً ومسلماً

’’حدیث عشق کی تحقیق و تفہیم‘‘ اس وقت میرے پیش نظر ہے یہ رسالہ درحقیقت ایک استفتاء کا جواب ہے۔ سائل نے سوال کیا ہے کہ امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں اللہ رب العزت کو عاشق اور حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا معشوق کہنا ناجائز لکھا ہے اور قاضی القضاۃ فی الہند جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری نور اللہ مرقدہ نے فتاویٰ تاج الشریعہ میں لکھا ہے کہ عاشق و معشوق میں حرج نہیں جب کہ وہ معنی مراد نہ لیں جو جانب بشر میں مراد ہوتے ہیں‘‘۔

درحقیقت فتاویٰ رضویہ اور فتاویٰ تاج الشریعہ میں موجود دونوں فتوؤں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ عزیز گرامی مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی زید علمہ نے جواب (دفع تعارض) کے مختلف گوشوں پر تحقیقی اور تفصیلی گفتگو کی ہے۔ اور قرآن حدیث سے جواب کو خوب مزین کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کی کاوش کو قبول فرمائے اور علم و اقبال میں خوب خوب برکتیں عطا فرمائے۔

Ref. No. .... Date....................

باسمہ تعالیٰ

کچھ عرصہ قبل حضرت مولانا مفتی محمد مبشر رضا صاحب قبلہ مفتی شہر کلیان نے اپنا ایک تحقیقی فتویٰ میرے دیکھنے کے لئے مولانا شاہد صاحب کی وساطت سے ارسال فرمایا، اس وقت میں ہفتہ دس روز کے تبلیغی دورے پہ تھا، دوران سفر ہی سوال و جواب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ مستفتی کو سرکار اعلیٰ حضرت کے فتوے اور حضرت تاج الشریعہ کے ایک فتوے میں بظاہر تعارض و تضاد کا احساس ہوا۔ اسی تعارض اور خلجان کو دفع کرنے کے لئے حضرت مفتی صاحب موصوف نے زیر نظر رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور بادی النظر میں محسوس ہو رہے ظاہری تضاد و تعارض کو انتہائی فاضلانہ، محققانہ و فقیہانہ طریقے پر رفع و دفع فرمایا ہے۔

وارث علوم اعلیٰ حضرت، حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے فتاویٰ کا مجموعہ جب سے شائع ہوا ہے، بعض حضرات کو دیکھا کہ حضرت کے کچھ فتوؤں کو فتاویٰ رضویہ سے دیدہ و دانستہ یا نادانی میں متعارض ثابت کرنے میں کوشاں ہیں، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فتاویٰ تاج الشریعہ کا مطالعہ ہی اسی نیت و ارادے سے کیا جاتا ہے کہ کسی طرح کوئی بات دور از کار تاویل کر کے اور کھینچ تان کر فتاویٰ رضویہ سے بظاہر متصادم ثابت کر سکیں۔ امام اعظم اور سرکار غوث اعظم میں افضلیت کے متعلق مسئلہ بھی اسی قبیل سے تھا۔ البتہ اس مجموعے میں جو سوال کیا گیا ہے وہ کسی منفی ارادے سے نہیں بلکہ علم و معلومات میں اضافہ کی نیت سے کیا گیا ہے

بہر حال ہمارے علمائے کرام کا یہ فرض منصبی ہے کہ آیات و احادیث نیز اقوال ائمہ و فتاویٰ مفتیان عظام میں بظاہر نظر آنے والے تعارض کو دلائل و براہین کی روشنی میں دفع کریں، شرح معانی الآثار جیسی کتابیں اسی فن میں معروف ہیں، اگرچہ اول الذکر یعنی قرآن و حدیث میں حقیقی تعارض ناممکن ہے۔ اور مؤخر الذکر یعنی اقوال علماء و فقہا اور فتاویٰ مفتیان عظام میں اگرچہ ممکن ہے مگر بسا اوقات مقلد مفتیوں کے اقوال میں حقیقی تضاد نہیں ہوتا، وہ کوتاہی فہم اور قصور نظر کا نتیجہ ہوتا ہے، جیسا کہ پیش نظر مجموعے میں قارئین کرام مطالعہ کریں گے۔

زیر نظر کتاب کے مؤلف حضرت علامہ مفتی محمد مبشر صاحب قبلہ شہر کلیان میں دین و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی انتہائی خاموشی کے ساتھ خدمات انجام دے رہے ہیں، میری معلومات کی حد تک پورے علاقے میں مرجع فتاویٰ کی حیثیت رکھتے ہیں، درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور فقہ و افتا ان کا خصوصی میدان ہے۔ انہیں کاموں میں اپنے روز و شب صرف فرماتے ہیں، پابند مسلک اعلیٰ حضرت سنیوں میں اتحاد و اتفاق کے خواہاں بھی ہیں اور کوشاں بھی، نسبتوں کی قدر فرماتے ہیں، اور اسی وجہ سے فقیر راقم الحروف سے بھی عقیدت و محبت سے پیش آتے ہیں نیز فقیر قادری کے دل میں بھی متذکرہ صفات کی بنا پر ان کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ ان کی خواہش رہتی ہے کہ راقم الحروف ان کی نئی تصنیفات پر کچھ رقم کر دیا کرے، یہ چند سطور اسی فرمائش پر حاضر ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف، اللہ تعالیٰ ان کی ان علمی کاوشوں کو قبول فرمائے اور مکمل خلوص کے ساتھ دین و سنیت کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

فقیر محمد ارسلان رضا قادری غفرلہٗ
خادم آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ
و رضوی دار الافتا مرکز اہل سنت بریلی شریف
۹ صفر المظفر ۱۴۴۴ھ

وہاں مناسب تاویل کی جاتی ہے تاکہ ایمان جیسی عظیم پونجی ہاتھ سے نہ جانے پائے ٹھیک ایسے ہی بندے کے ذو معنی کلام میں اگر نامناسب معنی پر کلام کو محمول کیا جائے تو کفر لازم آئے گا یا حرام کا ارتکاب ہوگا اس لیے یہاں بھی وہی معنی مراد ہوگا جو رب تعالیٰ کے شایان شان ہے البتہ ایسا ذو معنی جملہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لیے بولنا اگرچہ کفر اور حرام نہیں تاہم عام آدمی کے لیے منع ضرور ہے۔

ماحصل

غرض کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فتوی کی روشنی میں عام انسان کو اللہ کے لیے **’’عاشق‘‘** بولنے کی اجازت نہیں ہے اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان قادری نور اللہ مرقدہ کے فتوی کی روشنی میں خاصان خدا کو اللہ کے لیے لفظ **’’عاشق‘‘** بولنا منع نہیں یہی دونوں فتوے کا مفاد و ماحصل ہے، بحمدہ تعالیٰ مذکورہ توجیہات و تشریحات سے فتاوی رضویہ اور فتاوی تاج الشریعہ کے مذکورہ بالا دونوں فتوؤں کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے اور ظاہری تعارض مندفع ہوتا نظر آتا ہے، ھذا ما ظھر لی والحق ما عند اللہ واللہ الموفق وھو المستعان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــــــہ
محمد مبشر رضا ازہر مصباحی
نوری دار الافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ امام احمد رضا روڈ بھیونڈی
۷ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ / ۱۳ نومبر ۲۰۲۱ء بروز سنیچر

لیے بولنا اگرچہ کفر وحرام نہیں تاہم عام آدمی کے لیے منع ضرور ہے۔ اس لیے وہاں مناسب تاویل کی جاتی ہے تاکہ ایمان جیسی عظیم پونجی ہاتھ سے نہ جانے پائے۔

ماحصل

غرض کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فتوی کی روشنی میں عام انسان کو اللہ تعالیٰ کے لیے ’’عاشق‘‘ بولنے کی اجازت نہیں ہے اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان قادری نور اللہ مرقدہ کے فتوی کی روشنی میں خاصان خدا کو اللہ کے لیے لفظ ’’عاشق‘‘ بولنا منع نہیں یہی دونوں فتوے کا مفاد و ماحصل ہے، بحمدہ تعالیٰ مذکورہ توجیہات و تشریحات سے فتاوی رضویہ اور فتاوی تاج الشریعہ کے مذکورہ بالا دونوں فتوؤں کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے اور ظاہری تعارض مندفع ہوتا نظر آتا ہے، ھذا ما ظھر لی والحق ما عند اللہ واللہ الموفق وھو المستعان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــــــہ
محمد مبشر رضا ازہر مصباحی
نوری دار الافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ امام احمد رضا روڈ بھیونڈی
۷ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ ۱۳ نومبر ۲۰۲۱ء بروز سنیچر

PRINCIPAL & MUFTI
DARUL ULOOM JAMIA-E-NAIMIA
Bazar Diwan Moradabad 244001(UP)
India Ph. 2471090 2470090

صدر مدرسین و مفتی
دار العلوم جامعہ نعیمیہ

PRINCIPAL
JAMIA NAEEMIA
MORADABAD

(16)

ارتکاب لازم آئے گا اس لیے یہاں بھی وہی معنی مراد ہوگا جو رب تعالیٰ کے شایان شان ہے البتہ ایسا ذو معنی جملہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لیے بولنا اگرچہ کفر وحرام نہیں تاہم عام آدمی کے لیے منع ضرور ہے۔ اس لیے وہاں مناسب تاویل کی جاتی ہے تاکہ ایمان جیسی عظیم پونجی ہاتھ سے نہ جانے پائے۔

ماحصل

غرض کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فتوی کی روشنی میں عام انسان کو اللہ تعالیٰ کے لیے ’’عاشق‘‘ بولنے کی اجازت نہیں ہے اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان قادری نور اللہ مرقدہ کے فتوی کی روشنی میں خاصان خدا کو اللہ کے لیے لفظ ’’عاشق‘‘ بولنا منع نہیں یہی دونوں فتوے کا مفاد و ماحصل ہے، بحمدہ تعالیٰ مذکورہ توجیہات و تشریحات سے فتاوی رضویہ اور فتاوی تاج الشریعہ کے مذکورہ بالا دونوں فتوؤں کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے اور ظاہری تعارض مندفع ہوتا نظر آتا ہے، ھذا ما ظھر لی والحق ما عند اللہ واللہ الموفق وھو المستعان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبــــــــــہ
محمد مبشر رضا ازہر مصباحی
نوری دار الافتاء سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ امام احمد رضا روڈ بھیونڈی
۷ ربیع الآخر ۱۴۴۳ھ ۱۳ نومبر ۲۰۲۱ء بروز سنیچر

الجواب صحیح